دورِ صحابہ میں ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

تصنیف

فاضلِ اجل ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اُردو بازار- لاہور- فون: 7324210

عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین کتب

- محبّت الٰہی
- محبّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم
- وسعتِ علمِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم
- شانِ غوثِ اعظم رحمۃُ اللہ علیہ
- مکتوباتِ غوث اعظم رحمۃُ اللہ علیہ
- شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی کا علماءِ نجد کے نام اہم پیغام۔
- احادیثِ قدسیّہ
- ذاتِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وسیلہ شرک نہیں
- مزارات پر حاضری کے آداب
- اسلام اور خدمتِ خلق
- رفعتِ ذکرِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم
- عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ مسلکِ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ
- نعلِ پاک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم
- ختمِ نبوت
- کیا حدیثِ نبوی سے فضیلتِ یزید ثابت ہے؟
- اسلام اور رزقِ حلال
- نماز کی اہمیّت و فضیلت
- الحقّ المُبین
- النّبی کا صحیح معنیٰ و مفہوم
- ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
- فاضل بریلوی اور امورِ بدعت
- مقاماتِ مقدسہ کی تصویر کشی

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اُردو بازار- لاہور فون: 7324210

دورِ صحابہ میں ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

تصنیف

فاضلِ اجل ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

صفہ پبلی کیشنز
اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (سورة الحشر ١٠)

''وہ عرض کرتے ہیں ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرمادے اور ہمارے ان بھائیوں کے بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔''

بلکہ قرآن مجید نے بڑی ہی جامع دعا عطا بھی فرمائی۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب

''ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو روز قیامت''

نماز جنازہ بھی انہی رحمتوں میں سے ہے حضور سرور عالم ﷺ کا مبارک فرمان ہے:

مامن رجل مسلم یموت ینقوم علی جنازة اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الاشفعهم اللہ فیہ (مسلم، ابوداؤد)

''کوئی مسلمان فوت ہوا اور اس کی نماز جنازہ ایسے چالیس آدمیوں نے پڑھی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں سو افراد کا ذکر ہے:

''جس میت پر سو آدمی نے نماز جنازہ پڑھی اور اس کی بخشش کی انہوں نے سفارش کی اس کے بارے میں ان کی سفارش مقبول ہوگی۔''

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے امام نسائی کی روایت میں سو یا اس سے زائد افراد کا تذکرہ ہے۔

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
مسلمان فوت ہو۔

فیصلی علیہ ثلاث صفوف من المسلمین الااوجب

(ابوداؤد۔ مستدرک)

"اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کے لیے جنت ثابت ہو جاتی ہے۔"

متعدد احادیث مبارک میں مختلف سورتوں کی تلاوت کر کے اہل قبرستان کو ایصال ثواب کرنے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

اہم بات

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنا نہایت ہی ضروری ہے کہ قرأت وتلاوت قرآن کے ذریعے ایصال ثواب جائز ہے خواہ اسے قبر پر پڑھا جائے یا کسی دوسری جگہ۔ یہ قرآن کی برکات وفوائد میں سے ضرور ہے مگر یہ اس کا مقصد نزول نہیں اس کا مقصد نزول تو انسان کی ایسی راہنمائی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے اب ہمارا وطیرہ یہ بن چکا ہے کہ ہم کبھی قرآن کو راہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھتے ہی نہیں جب بھی پڑھتے ہیں تو ایصال ثواب ہی مقصد ہوتا ہے کاش ہم اپنے رویہ میں تبدیلی لائیں اور اللہ تعالٰی کے کلام کو حصول ہدایت کے لیے پڑھیں اور اس کی تعلیمات کے غلبہ کے لیے بھرپور جدوجہد کریں تا کہ انسانیت کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

کتاب کی اہمیت

زیر نظر کتاب کے مصنف عالم اسلام کی عظیم شخصیت مولانا محمد ظفر الدین بہاری

رحمتہ اللہ علیہ ہی انہوں نے مسئلہ ایصال ثواب کو جس نظم کے ساتھ بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے انہوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں ایصال ثواب کی متعدد صورتیں بڑی محنت سے جمع کر دی ہیں ہمیں ایصال ثواب کی محافل میں انہی کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور جو غلط چیزیں محافل میں در آئی ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ ثواب کی جگہ عذاب نہ لے لے۔

ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا ہر عمل سنت نبوی ﷺ کے قریب ہو نہ کہ خواہش نفس کے تابع ہو اگر ہم زباں سے محبت الٰہی اور اتباع نبوی ﷺ کی بات کریں لیکن ہمارا عمل نفس وشیطان کے تابع ہو تو یہ دعویٰ قابل قبول نہیں بلکہ یہ اپنے آپ کے ساتھ سوائے دھوکہ کے کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ صفہ پبلی کیشنز لاہور کے اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی کوشش سے یہ اہم کتاب منظر عام پر آرہی ہے اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم ان تعلیمات کے مطابق ایصال ثواب کریں۔

والسلام

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

شادمان' لاہور

ملک العلماء فاضل بہار، آفتاب علم وحکمت

مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ

کارخانہ قدرت سے عالم انسانی میں ہر روز سینکڑوں انسان جنم لیتے ہیں اور سینکڑوں فنا کا جام پی کر موت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں ان ہی میں بعض ایسے انسان بھی آئے جو صرف اپنی ذات اور غرض تک محدود رہے اور کچھ ایسے افراد بھی اس دنیا میں رونق افروز ہوئے جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنت، دینی وملی خدمات اور للہیت وخلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح و بہبود اور بندگانِ خدا کی رب کریم تک رسائی کا کام کر کے اپنا نام رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔

تاریخ کے اوراق اس قسم کی عظیم شخصیات سے بھرے ہوئے ہیں انہی عظیم، قد آور، نابغہ عصر اور تاریخ ساز ہستیوں میں ملک العلماء فاضل بہار، جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کا نام دنیائے علم و روحانیت میں چمکتا نظر آتا ہے۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں دریائے گنگا کے کنارے آباد شہر عظیم آباد (پٹنہ) انڈیا میں پیدا ہوئے شفقت پدری کی چھاؤں میں تعلیمی سفر کا آغاز کیا اور ۱۳۲۰ھ میں اپنے زمانے کے ماہر ومشہور استاذ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ سے مدرسہ "حنفیہ" پٹنہ میں علم حاصل کیا ۱۳۲۱ھ میں ماہر معقولات حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمتہ اللہ علیہ سے معقولات میں استفادہ کیا

مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پہ رکھا اور آنکھوں سے لگایا اونی مدنی جبہ کے جلوؤں نے اپنا اثر دکھایا اور امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ''الٰہی میرے ظفر کو اپنی ظفر دے دے۔'' کی تاثیر و برکت سے کامرانیوں نے قدم چوما اور وہابیوں کو سنگین شکست ہوئی اور آپ فاتح و غالب ہو کر واپس تشریف لائے۔ اس کی تمام تفصیلات آپ کی کتاب ''شکست سفاہت'' میں موجود ہے ''میرے ظفر'' میں جو پیار، اپنائیت اور اعتماد کا عنصر پایا جاتا ہے اس سے ہر صاحب ذوق لطیف، لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۹ھ تک بریلی شریف میں رہے دینی خدمات کا ریکارڈ قائم کیا پھر شملہ اور آرہ ہوتے ہوئے ۱۳۳۰ھ کو مدرسہ شمس الہدیٰ ''پٹنہ'' کی مسند فقہ و تفسیر پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۳۳۴ھ میں ''خانقاہ کبیریہ'' سہسرام تشریف لے گئے اور سرزمین سہسرام پر علم و فضل کے گوہر لٹائے ۱۳۳۸ھ میں بحیثیت سینیئر استاذ باصرار دوبارہ ''مدرسہ شمس الہدیٰ'' پٹنہ واپس بلا لیے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۳ء ''ظفر منزل'' شاہ گنج میں اقامت گزریں ہو کر عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف کے میدان میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ کی تصنیفات میں سے زیرنظر کتاب ''نُصْرَةُ الْاَصْحَابِ بِاَقْسَامِ اِیْصَالِ ثَوَابْ'' (۱۳۵۴ھ) بہار (انڈیا) کے مشہور اہل قرآن عالم مولانا سید محی الدین تمنا عمادی پھلواروی جو مستند شاعر اور خانقاہ عمادیہ مجیبیہ پھلواری شریف کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں صوفیائے کرام کے مسلک سے منحرف ہو گئے تھے۔ ان کے چار سوالوں کے جواب میں لکھی گئی سوالات یہ تھے (۱) ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے

راشدین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا یا نہیں؟ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت و اصحاب میں سے جو وفات پاتے گئے مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ' حضرت ام کلثوم' حضرت خبیب' حضرت حمزہ' حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و حنین و تبوک وغیرہا ان کے لیے آپ خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ کرام یا اہلبیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا بار بار کرتے تھے؟ (۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟ ان سوالوں کے جواب میں ملک العلماء نے ایک مستقل کتاب لکھ کر شائع کی تا کہ عوام الناس بھی اس سے فائدہ اٹھائیں پہلے سوال کے جواب میں میں وہ طریقے ایصال ثواب کے لکھے گئے جو سلفاً خلفاً مسلمانوں میں مروج ہیں دوسرے سوال کے جواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں ایصال ثواب کے 25 طریقے احادیث قولی و فعلی اور اقوال علماء کرام سے صراحۃً و دلالۃً ثابت کیے نیز مزید تائید و تقویت کے لیے علماء و مشائخ کے تعامل و توارث کا تفصیل سے ذکر کیا اسی طرح تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب مفصل طور پر دے کر سوال کرنے والے کے سارے شبہات کا ازالہ کیا گیا۔

ایصال ثواب کے موضوع پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت سی کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں مگر جس جامعیت اور کتب معتبرہ' مستندہ کے حوالہ جات سے مزین یہ کتاب لکھی گئی ہے ایسی کوئی دوسری کتاب سامنے نہیں آئی اس کتاب میں ملک العلماء نے عوام الناس کے لیے مسئلہ ایصال ثواب پر اس عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے کہ اہل انصاف کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ملک العلماء نے ۶۰ برسوں تک تصنیف و تالیف کے میدان میں خدمات سرانجام دی ہیں۔آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''نافع البشر فی فتاویٰ ظفر'' ۱۳۴۹ھ میں ۱۱۵۷۳ استفتاء کے جوابات ہیں۔

حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل و مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ میں آپ کی ستر سے زیادہ کتابیں ہیں تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت میں ۷۰ کتابوں کے نام کی فہرست دی گئی ہے آپ کی تصنیفات میں ''جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری'' چھ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں اندازاً نو ہزار احادیث درج ہیں اس کتاب کو سب سے پہلے ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' بریلی شریف کے اشاعتی شعبہ نے شائع کیا تھا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ متعلقہ شعبہ نے کتنی جلدیں شائع کیں تھیں کچھ عرصہ قبل اس کی دوسری جلد جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے حیدر آباد (انڈیا) سے شائع ہوئی ہے فقہ حنفی پر یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ اس کو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم عالم دین اور علم و حکمت کے آفتاب کے علمی کارناموں کی قدر نہ ہوسکی جس کا نتیجہ ہے کہ اہل علم اور خاص طور پر نئی نسل ملک العلماء کی خدمات سے ناآشنا ہیں آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ آپ کی تصنیفات کو شائع کیا جائے تاکہ علماء، طلباء اور عوام الناس کے لیے مفید ثابت ہوں۔

(ملک العلماء کی اس اہم تصنیف ''نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال ثواب'' کو چند سال پہلے برادرم حافظ شاہد اقبال صاحب نے شائع کیا تھا اور اب اس عظیم علمی کتاب کی اشاعت کی سعادت صفہ پبلی کیشنز، لاہور کو حاصل ہو رہی ہے۔)

ملک العلماء نے ۱۹۵۰ء میں شہر کیٹہار میں جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کا افتتاح فرمایا ۱۹۶۰ء تک یہیں آپ کا چشمہ علم و فن بحر قلزم اور مہا ساگر بن کر بہتا رہا ملک العلماء کے

شاہکار شاگرد حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین پورنوی اسی زمانہ خیر و برکت کی حسین یادگار ہیں۔

خیابانِ رضا سے اٹھنے والا یہ ابر بارندہ، علم و فضل کا آفتاب، شریعت و طریقت کا نقیب، محافظ دین مصطفیٰ ﷺ، وارثِ علوم نبی ﷺ، جذبہ حب رسول ﷺ سے سرشار برصغیر کے ذرے ذرے کو چمکا کر ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء میں غروب ہوگیا۔ حضرت شاہ ایوبی ابدالی اسلام پوری نے نماز جنازہ پڑھائی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آپ کے لائق افتخار فرزند اور عالم اسلام کے عظیم سکالر ہیں۔

دعا ہے اللہ رب العزت ملک العلماء کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

والسلام

عمر حیات قادری

ڈائریکٹر صفہ پبلی کیشنز، لاہور (پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

فقیر حقیر محمد عبدالرشید قادری عظیم آبادی غفرلہٗ نے اس کتاب مستطاب موضح حق و ثواب دافع شک وارتیاب مسمّٰی بہ "نُصۡرَةُ الۡاَصۡحَابِ بِاَقۡسَامِ اِیۡصَالِ الثَّوَاب" مؤلفہ عالم باعمل، فاضل اجل، ملک العلماء، فاضل بہاری جناب مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب قادری برکاتی رضوی سینئر مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو اوّل سے آخر تک بغور تمام دیکھا، اگرچہ اس سے قبل مسئلہ ایصال ثواب میں متعدد رسالے شائع ہو چکے ہیں مگر جس جامعیت کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے ایسا کوئی دوسرا رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا، مصنف علام نے کتاب معتبرہ مستندہ سے بحوالہ صفحہ عبارت نقل فرما کر اور عام اردو داں اصحاب کے لیے ترجمہ کر کے مسئلہ ایصال ثواب پر اسے عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے کہ اہل انصاف کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں، زمانہ کی نیرنگی سخت حیرت خیز ہے کہ جس مسئلہ کو اکابر علمائے کرام اجماعی تحریر فرمائیں، اس زمانہ میں اہل علم حضرات اس میں شک فرمائیں اور تردد کو راہ دیں۔ علامہ شیخ صدرالدین ابوعبداللہ دمشقی اپنی کتاب "رحمة الامة فی اختلاف الائمة" میں تحریر فرماتے ہیں اَجۡمَعُوۡا عَلٰی اَنَّ الۡاِسۡتِغۡفَارَ وَالدُّعَاءَ وَالصَّدَقَةَ وَالۡحَجَّ وَالۡعِتۡقَ یَنۡفَعُ الۡمَیِّتَ وَیَصِلُ اِلَیۡهِ ثَوَابُهٗ۔ اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ استغفار اور دعاء اور صدقہ اور حج اور غلام آزاد کرنا مردہ کو نفع بخش ہے

اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے۔ شیخ محقق علامہ اسمٰعیل حقی ''روح البیان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ اَبُو الْعَبَّاسِ مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَنْتَفِعُ اِلَّا بِعَمَلِهٖ فَقَدْ خَرَقَ الْاِجْمَاعَ ۔ یعنی شیخ تقی الدین ابو العباس نے فرمایا کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ انسان اپنے عمل کے سوا اور کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھاتا' اس نے خرق اجماع کیا۔

اب رہا ایصال ثواب کے لیے کسی دن یا کسی تاریخ کو خاص کرنا تو امور خیر و مسنون کے لیے تعین اوقات شرع میں بہت جگہ وارد اور فعل شارع علیہ السلام سے ثابت ہے ''صحیح بخاری شریف'' میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِّنْ نَّفْسِکَ تُوْعِدُهُنَّ یَوْمًا تَقْبُهُنَّ فِیْهِ فَوَعَظَهُنَّ ۔ الخ

یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا' یا رسول اللہ! ﷺ جس قدر مردوں کو موقع ہدایت و نصیحت کا ملتا ہے عورتوں کو نہیں ملتا۔ تو ہمارے وعظ کے واسطے ایک دن معین فرمادیں۔ تو آپ نے ان کے لیے خاص فرمادیا۔

نیز بخاری میں ہے: عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عَبْدُاللّٰهِ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ یعنی ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ہر پنج شنبہ کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کرام وعظ و نصیحت کے لیے ایام مخصوص مقرر و معین فرماتے تھے۔ اب رہا شیرینی یا طعام کو آگے رکھ کر دعا کرنا' اس پر فاتحہ پڑھنا' اور اس

کو لوگوں میں تقسیم کرنا' تو یہ تینوں چیزیں بھی احادیث سے ثابت ہیں۔ صحیح بخاری شریف و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے بھوک محسوس کرنا' حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے آ کر اس کا تذکرہ کرنا' اور انس رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجنا' رسول اللہ ﷺ کا اپنے سب ساتھ والوں کو فرمانا کہ چلو سب لوگوں کا حضرت طلحہ کے یہاں آنا' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" کہنا' پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمانا "هَلُمِّی یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا عِنْدَکِ" مذکور ہے۔ اسی میں ہے "فَاَتَتْ بِذٰلِکَ الْخُبْزِ فَقَالَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُوْلَ الْحَدِیْثُ" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روٹی اور گھی کا ملیدہ بنوا کر حضور ﷺ نے اس پر دعا پڑھی' اس قسم کی حدیثیں' بخاری' مسلم' ترمذی وغیرہ میں بہت ہیں جس میں کھانے کی چیز کو آگے رکھ کر دعا کرنا ثابت ہے۔ رہا بجائے دعا برکت کے بزرگوں کی فاتحہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جو مروج ہے اس کی وجہ بھی قول رسول اللہ ﷺ سے جو فضائل سورۂ فاتحہ میں وارد ہے بخوبی واضح ہے' جس کا مفصل بیان حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر "فتح العزیز" میں ہے۔

رہا جس شیرینی یا طعام پر دعا فاتحہ پڑھی گئی ہے اس کا لوگوں کو بانٹنا اس کے ثبوت کے لیے حدیث ترمذی کافی ہے' جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں کچھ چھوہارے لائے' حضور ﷺ نے ان پر دعا کی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے توشہ دان میں رکھا' اور اس میں سے خود بھی کھاتے تھے اور لوگوں کو تقسیم کرتے تھے۔

فَکُنَّا نَاْکُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ غرض ایصال ثواب میں جس قدر اصل باتیں ہیں' وہ

سب ایک ایک کر کے احادیث قولی و فعلی و عبارات کتب معتبرہ مستندہ سے ثابت ہیں، تو مجموعہ اس کا بالضرور ثابت ہوگا۔ وَمَنِ ادَّعٰی خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْحُجَّۃِ وَالْبُرْھَانِ وَلَا یُمْکِنُ ذٰلِکَ حَتّٰی یَجْتَمِعَ الْمَشْرِقَانِ وَالْمَغْرِبَانِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا وُلْدِ عَدْنَانَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ مَالَمَعَ الْقَمْرَانِ وَاَنَا الْعَبْدُ الْفَقِیْرُ مُحَمَّدُ عَبْدُالرَّشِیْدِ الْقَادِرِیُ الْعَظِیْمَ اٰبَادِیُ خَادِمُ الطُّلَبَاءِ فِیْ الْمَدْرَسَۃِ الْاِسْلَامِیَۃِ شَمْسُ الْھُدٰی بَتْنَہٗ۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۴ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ مرسلہ مولوی سید محی الدین صاحب تمنا عمادی پھلواروی بتوسط پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ علمائے ملت اسلامیہ مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) مردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟ اگر بتایا گیا ہے تو وہ کیا ہے؟ معہ نقل آیات جواب مرحمت ہو۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی معمول بہ دستور تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو وہ کیا تھا؟ معہ نقل روایات وحوالہ کتب وتعیین صفحہ ونام مطبع جواب ارشاد ہو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت وصحاب میں سے جو لوگ وفات پاتے گئے۔ مثلاً حضرت خدیجہ الکبریٰ زوج النبی ام المومنین رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہما و حضرت حبیب، حضرت حمزہ، وحضرت جعفر طیار ودیگر شہدائے جنگ بدر وخیبر واحد وحنین وتبوک وغیرہا رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا

نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا، یا برابر کرتے رہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خاص آنحضرت ﷺ کے لیے یا پہلے یا اپنے وقت کے اموات و شہداء کے لیے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے کیا؟ اور ایک بار یا برابر کرتے تھے؟ جواب باصواب معہ نقل روایال وحوالہ کتب و تعیین صفحہ و نام مطبع مرحمت ہو۔

(۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت اس کی منقول ہے یا نہیں؟ معہ حوالہ کتب و عدد صفحہ پوری عبارت لکھئے۔ امید ہے کہ ان سوالوں کے مفصل جوابات جلد سے جلد مرحمت ہوں گے۔ اخی الاعظم مولانا عبیداللہ صاحب اجمہری مدظلہ، حبی الاکرم مولانا ظفرالدین صاحب، حبی الاکرم مولانا اصغر حسین صاحب حبی الاکرم مولانا عبدالسبحان صاحب حبی الاکرم مولانا دیانت حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم، خصوصیت کے ساتھ ان سوالوں کی طرف توجہ فرمائیں اور ان کے علاوہ ہر ہر مدرس مدرسہ سے باادب استدعا ہے۔ بینوا توجروا و اجرکم علی من بیدہ اذمہ التوفیق وھو نعم المولی ونعم الرفیق، المستدعی تمنا الصحادی المجیبی الفلواروی غفرلہ۔

دارالادب پھلواری شریف ضلع پٹنہ

۲۰ اگست ۱۹۳۵ء

الجواب اللهم هدایه الحق و الصواب

مکرمی، اکرمکم اللہ تعالیٰ، علیکم السلام ورحمہ اللہ وبرکاتہ، سوالات پہنچے دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ جناب کو نفس مسئلہ ایصال ثواب میں کلام نہیں، ہاں اس کے طریقے کے متعلق سوال ہے کہ کس طریقے سے ہونا چاہیے، قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہے؟ حضور اقدس ﷺ وصحابہ کرام کا معمول بہ دستور کیا تھا؟ بعض بلند پایہ حضرات تو نفس ایصال ثواب ہی میں کلام کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچتا ہی نہیں، میرے ملنے والوں میں ایک صاحب اسی خیال کے ہیں، ایک دن کہنے لگے کہ لوگ جو قرآن شریف وغیرہ کر مردوں کو بخشتے ہیں اس کا ثواب ان کو نہیں پہنچتا، میں نے کہا کہ جناب کو یہ کس نے کہہ دیا؟ یا خود جا کر عالم برزخ میں دیکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا دھرا اکارت جاتا ہے، جن کو بھیجا جاتا ہے انہیں نہیں پہنچتا۔ کیا راستہ میں رہزن رہتے ہیں کہ راہ ہی میں لوٹ لیتے ہیں؟ وہاں نہیں پہنچنے دیتے۔ بولے! کیا آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی ثبوت ہے؟ میں نے کہا، بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات، علماء کرام کی تصریحات، جن لوگوں نے بھیجا ان کا مشاہدہ، جن کے لیے بھیجا گیا ان کی تصدیق......

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَ نَحُجُّ عَنْھُمْ وَنَدْعُوْلَھُمْ فَھَلْ یَصِلُ اِلَیْھِمْ ذٰلِکَ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّہٗ یَصِلُ اِلَیْھِمْ وَیَفْرَحُوْنَ کَمَا یَفْرَحُ اَحَدُکُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُھْدِیَ اِلَیْہِ...... رَوَاہُ اَبُوْ حَفْصِ الْکَبِیْرُ۔

یعنی امام ابو حفص کبیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک شخص

نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے، حج کرتے، دعا کرتے ہیں، تو کیا یہ سب چیزیں ان کو پہنچتی ہیں؟ فرمایا: ہاں! وہ ان کو ضرور پہنچتی ہیں، اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے، جب اس کے پاس طباق ہدیہ دیا جاتا ہے۔ (رواہ عینی شرح ہدایہ، ج ۲، کشوری ص ۱۶۱۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ "مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ مصری ص ۳۸۶ میں فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ الْقَاضِیُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَبْدِالْبَاقِیِ الْاَنْصَارِیُ رَحِمَہُ اللّٰہُ فِیْ مَشِیْخَتِہٖ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ قَالَ حَمَّادُ الْمَکِّیُّ خَرَجْتُ لَیْلَۃً اِلٰی مَقَابِرِ مَکَّۃَ فَوَضَعْتُ رَأْسِیْ عَلٰی قَبْرٍ فَنِمْتُ فَرَأَیْتُ اَھْلَ الْمَقَابِرِ حَلْقَۃً حَلْقَۃً، فَقُلْتُ قَامَتِ الْقِیَامَۃُ قَالُوْا لَا وَلٰکِنْ رَجُلٌ مِّنْ اِخْوَانِنَا قَرَءَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَجَعَلَ ثَوَابَھَا لَنَا نَحْنُ نَقْتَسِمُہٗ مُنْذُ سَنَۃٍ۔

"یعنی قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری رحمہ اللہ اپنے مشیخت میں سلمہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حماد مکی نے فرمایا: کہ میں ایک شب مکہ کے قبرستان میں گیا، ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، تو قبرستان والوں کو دیکھا کہ حلقہ حلقہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں، میں نے کہا، کیا قیامت قائم ہوگئی؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں، لیکن ہمارے بھائیوں سے ایک شخص نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے، تو اس کو ایک سال سے ہم لوگ بانٹ رہے ہیں۔

اگر ثواب پہنچتا ہی نہیں تو کس چیز کو تقسیم کرتے تھے؟ اسی میں ہے۔ ص ۳۸۱

قَالَ النَّوَوِیُّ فِی الْاَذْکَارِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ الْمِرْوَزِیُّ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلَ یَقُوْلُ اِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَءُ وَا فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ

وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَاجْعَلُوْا ثَوَابَ ذٰلِکَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ فَاِنَّهٗ یَصِلُ اِلَیْهِمْ

امام نووی شافعی ''کتاب الاذکار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن احمد مروزی تلمیذ فربری متوفی ۳۷۱ھ نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ، تو سورۂ فاتحہ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھو اور اس کا ثواب اس قبرستان والوں کو بخشو کہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔''

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات، جلد دوم، ص ۵۹ مکتوب ۳۶ میں ہے:

پیش ازیں بچند سال داب فقیر آن بوده که اگر طعام می پخت مخصوص بروحانیت مطهره آل عبامی ساخت و آل سرور حضرت امیر و حضرت فاطمه و حضرات امامین راضم می کرد علیهم الصلوات و التسلیمات شے در خواب می بیند که آن سرور حاضر ست علی آله الصلوه و السلام، فقیر برایشاں عرض سلام می کند، متوجه فقیر نمی شوند درو بجانب دیگر دارند دریں اثنا بفقیر فرمودند که من طعام درخانه عائشه می خورم هر که مرا طعام فرستد بخانه عائشه فرستداین زماں فقیر دریافت که سبب عدم توجه شریف ایشاں آن بوده که فقیر حضرت صدیقه را درآن طعام شریك نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقه را بلکه سائر ازواج مطهرات راکه همه اهلبیت اند شریك می ساخت بجمیع اهلبیت توسل می نمود۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کھانا پکاتا تھا' ارواح مطہرہ آل عبا کے ساتھ مخصوص کرتا تھا اور آنحضور کے ساتھ۔ حضرت امیر المومنین علی اور حضرت فاطمہ اور حضرات امامین کو شامل کرتا تھا' علیہم الصلوات والتسلیمات ایک رات بندہ خواب میں دیکھتا ہے کہ آں سرور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ علی آلہ الصلوۃ والسلام فقیر ان پر سلام عرض کرتا ہے' متوجہ فقیر کی طرف نہیں ہوتے ہیں' اور چہرہ اقدس دوسری طرف پھیرے ہوئے ہیں۔ اسی درمیان میں فقیر سے فرماتے ہیں (ﷺ) کہ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو مجھے کھانا بھیجے' عائشہ کے گھر میں بھیجے۔

اسی وقت فقیر نے سمجھا کہ حضور ﷺ کے عدم توجہ کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا' اس کے بعد سے حضرت صدیقہ کو بلکہ تمامی ازواج مطہرات کو رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین کہ سب کی سب اہل بیت ہیں' شریک کرتا تھا اور تمامی اہل بیت کے ساتھ توسل کرتا تھا۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جن کی جلالت شان ہر کہ و مہ پر ظاہر ہے "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" ص ۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيْثُ الثَّانِيْ وَالْعِشْرُوْنَ اَخْبَرَنِي السَّيِّدُ الْوَالِدُ قَالَ كُنْتُ اَصْنَعُ طَعَامًا صِلَةً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفْتَحْ لِيْ سَنَةً مِّنَ السِّنِيْنَ شَيْئٌ اَصْنَعُ بِهٖ طَعَامًا فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا حِمُّصًا مُقْلِيًا فَقَسَمْتُهٗ بَيْنَ النَّاسِ فَرَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ هٰذَا الْحِمُّصُ مُبْتَهِجًا بَشَاشًا

بائیسویں حدیث مجھے میرے سردار والد ماجد نے خبر دی کہ میں ہر سال نبی ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکوایا کرتا تھا' ایک سال کچھ فتوح نہ ہوا جس سے میں کھانا پکواسکوں' تو میں نے بھنے چنے منگوائے' اور اسی کو لوگوں میں تقسیم کیا تو میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوا' دیکھا کہ حضور کے سامنے وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں' اور آپ بہت خوش اور بشاش ہیں۔

معلوم ہوا کہ ثواب بدنی ہو جیسا کہ پہلے دو واقعہ میں ہے' یا مالی میں ہو' جیسا کہ حضرت شیخ مجدد اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے واقعہ میں ہے' یا دونوں کا مجموعہ جیسا کہ حدیث شریف کی مثال سے واضح' سب مردہ کو پہنچتا ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز ایصال ثواب کے لیے پکائی جاتی اور تقسیم کی جاتی ہے وہ بعینہٖ پہنچتی ہے۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی' قبل تحریر جواب اگر لفظ ثواب اور ایصال کی تحقیق کر لی جائے تو بہت ہے' ثواب مزد عمل نہیں جس کی مقدار معین ہو' اور ہر کام کرنے والے کو ملے۔ بہترے کام کرنے والے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝

''اور قصد کیا ہم نے طرف اس کے جو انہوں نے عمل کیا' تو اس کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔''

وَقَالَ تَعَالٰی عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً

''عمل کرنے والی' مشقت اٹھانے والی داخل ہوں گی بھڑکتی آگ میں۔''

بلکہ وہ اجر اس عمل مقبول کا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے' اسی لیے اس کے لیے کوئی حد نہیں' حسن نیت اور اخلاص عمل پر دس سے لے کر سات سو گنا' بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کے لیے خدا چاہے' ملتا ہے۔

قَالَ تَعَالٰی مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ○

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو صرف کرتے ہیں، مثل اس ایک دانہ کی ہے جس سے سات بالیں اگیں، ہر بال میں سو دانے ہیں (تو مجموعہ سات سو ہوا) اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اور زیادہ فرمائے۔''

آیت کریمہ اگرچہ مال کے متعلق وارد ہے مگر یہ مخصوص اسی کے ساتھ نہیں، اللہ تعالیٰ جس عمل پر جس کو چاہے اجر عطا فرمائے، کسی کو کسی عمل پر اجر بے پایاں دے تو خدا کو کوئی روکنے والا نہیں، اب رہا ایصال، یہ خدا کو وکیل کرنا نہیں کہ اس امر کا ثواب میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جائے، بلکہ فلاں شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے، اس کو دیا جائے، اس لیے کہ توکیل اس میں صحیح ہے جو کام انسان خود کرسکتا ہے ہدایہ جلد ۳، ص ۱۷۶ میں ہے۔

کُلُّ عَقْدٍ جَازَ اَنْ یَّعْقِدَهُ الْاِنْسَانُ بِنَفْسِهٖ جَازَ اَنْ یُّوَکِّلَ غَیْرَهٗ

''جس کام کو انسان خود کرسکتا ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہے۔''

اور ظاہر ہے کہ ثواب یہ شخص نہ خود لے سکتا ہے، نہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے، تو اس میں کسی دوسرے کو وکیل بھی نہیں کرسکتا، بلکہ ایصال ثواب خداوند عالم سے دعا ہے کہ خداوندا میں نے جو یہ نیک کام تیرے لیے کیا ہے اس کا ثواب مجھ کو اور میرے ساتھ فلاں فلاں اشخاص کو بھی اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ''صراط مستقیم'' ص ۵۵ میں لکھتے ہیں:

ہر عبارت کہ از مسلمان ادا شود ثواب آں بروح کسے از گزشتگان رساند طریق رسانیدن آں دعا خیر بجناب الٰهی ست

پس ایں خود البتہ بھتر و مستحسن ست و اگر آں کس کہ ثواب بروحش می رساند از اھل حقوق اوست بمقدار حق دے خوبی رسانیدن ایں ثواب زیادہ تر خواھد شد. پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست.

جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب اپنے گزرے ہوؤں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے، اور اس دعائے خیر کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی کے ذریعہ ہے تو یہ خود البتہ بہتر اور مستحسن ہے، اور اگر وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچتا ہے اس کے اہل حقوق سے ہے تو اس کے حق کے مقدار کے موافق اس ثواب کے پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی، پس وہ امور جو میت کے لیے مروج ہیں مثلاً فاتحہ اور اعراس اور نذر و نیاز کے ان سب کی خوبی میں شک وشبہ نہیں۔

نہ پندار کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست، چہ ایں معنی بھتر و افضل است

اسی کے ص ۶۴ میں ہے:

ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر ست والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب است۔

جس وقت کسی میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو چاہیے کہ وہ اس نفع کو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے، اگر بروقت کھانا میسر ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کا ثواب ہی بہترین ثواب ہے۔

اسی لیے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایک آیت یا ایک سورۃ پڑھ کر

مثلاً دس آدمی کو اس کا ثواب بخشے تو دسوں کو پورا پورا ثواب اس آیت یا اس سورۃ کا ملے گا۔

علامہ شامی جلد اوّل ''ردالمختار'' ص ۸۴۵ میں فرماتے ہیں:

سُئِلَ ابْنُ حَجَرِ الْمَكِّيُّ عَمَّا لَوْ قَرَءَ لِاَهْلِ الْمَقْبَرَةِ الْفَاتِحَةَ هَلْ يُقْسِمُ الثَّوَابَ بَيْنَهُمْ اَوْيَصِلُ لِكُلٍّ مِّنْهُمْ مِثْلَ ثَوَابِ ذٰلِكَ كَامِلاً فَاَجَابَ بِاَنَّهٗ اَفْتٰى جَمْعٌ بِالثَّانِيْ وَهُوَالْاَلْئِقُ بِسِعَةِ الْفَضْلِ۔

یعنی علامہ ابن حجر سے سوال ہے کہ کوئی شخص مقبرہ والوں کو فاتحہ پڑھ کر بخشے، تو کیا سورۂ فاتحہ کا ثواب انہیں بٹ کر ملے گا یا سب کو پورا پورا ثواب سورۂ فاتحہ کا پہنچے گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت کا فتویٰ یہ ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کے لائق ہے۔

مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب بست و ہشتم، ص ۵۴ میں ہے:

اگر بروحانیت یکے تصدق کردہ سائر مومنان را شریک سازد بہمہ برسد واز آں شخص کہ بہ نیت او دادہ بود ہیچ نقصان نہ کند اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔

اگر ایک کی روحانیت کے لیے صدقہ کر کے سارے مومنین کو شریک کر لے تو سب کو (ثواب برابر) پہنچے گا اور جس کی نیت سے (صدقہ) دیا گیا اس میں کچھ کمی نہ ہوگی، بے شک تیرا رب (تبارک وتعالیٰ) وسیع مغفرت والا ہے۔

نیز یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ایصال ثواب جس طرح مردوں کے لیے ہوتا ہے زندوں کے لیے بھی ہو سکتا ہے، ثواب پہنچانے کے لیے مردہ ہونا کچھ ضروری نہیں، یہ محض عامیانہ خیال ہے، وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ثواب مردہ ہی کو بخشا جا سکتا ہے، زندوں کے لیے ایصال ثواب سن کر ان کو سخت حیرت ہوتی ہے۔ شامی جلد ۲، ص ۲۴۲ میں ہے:

قَوْلُهٗ لِغَيْرِهٖ اَيْ اَلْاَحْيَاءُ وَالْاَمْوَاتُ بَحْرٌعَنِ الْبَدَائِعِ

یعنی زندوں اور مردوں کو ثواب بخشنا تو جائز ہے۔

یعنی ماتن نے جو کہا کہ:

اَلْاَصْلُ اِنَّ کُلَّ مَنْ اَتٰی بِعِبَادَۃِ مَالِہٖ جَعَلَ ثَوَابَھَا لِغَیْرِہٖ۔

یعنی اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے اس کو حق ہے کہ اس کا ثواب غیر کو دے۔

چاہے وہ غیر زندہ ہو یا مردہ، دونوں کو ثواب پہنچا سکتا ہے۔ شامی جلد اوّل ص ۸۴۴ میں ہے:

وَفِی الْبَحْرِ مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَ جَعَلَ ثَوَابَہٗ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ جَازَ وَیَصِلُ ثَوَابُھُمْ اِلَیْھِمْ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ کَذَافِی الْبَدَائِعِ ثُمَّ قَالَ وَبِھٰذَا عُلِمَ اَنَّہٗ لَا فَرْقَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَجْعُوْلُ لَہٗ مَیِّتًا اَوْحَیًّا وَالظَّاھِرُ اَنَّہٗ لَا فَرْقَ بَیْنَ اَنْ یَّنْوِیَ بِہٖ عِنْدَ الْفِعْلِ لِلْغَیْرِ اَوْیَفْعَلَہٗ لِنَفْسِہٖ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِکَ یَجْعَلُ ثَوَابَہٗ لِغَیْرِہٖ لِاِطْلَاقِ کَلَامِھِمْ وَاَنَّہٗ لَا فَرْقَ بَیْنَ الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ۔

یعنی بحرالرائق میں ہے کسی نے روزہ رکھا، یا نماز پڑھی، یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب کسی مردہ یا زندہ کو بخشا، تو جائز ہے اور اہلسنّت کے نزدیک اس کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا۔ اسی طرح بدائع میں ہے، پھر کہا اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کو ثواب بخشیں وہ مردہ ہو یا زندہ، اور نہ فرق اس میں ہے کہ کام کرتے وقت اس غیر کی نیت سے کیا جائے، یا اپنے لیے کریں، اور اس کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو بخشیں اس لیے کہ کلام ان کا مطلق ہے اور اس بارے میں فرض اور نفل میں بھی کوئی فرق نہیں۔

بالجملہ! ایصال ثواب کسی عمل خیر فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، و مجاز شرعی،

بدنی، یا مالی یا دونوں کے مجموعہ کا کسی کے نفع اخروی کی نیت سے کرنا یا بغیر نیت کسی دوسرے کے خود اپنے لیے کرے، اس وقت یا کچھ بعد، زبان سے یا فقط دل سے، خداوند عالم سے دعا کرنا ہے کہ اس کا ثواب فلاں شخص یا اشخاص مردہ یا زندہ کو پہنچے۔ اب ان تمام تمہیدات کے بعد اصل سوالوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں فاقول وباللہ التوفیق قرآن شریف میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کے متعدد طریقے بتائے گئے ہیں۔ ان میں جس طریقہ کو انجام دے گا مردے کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص سب طریقے بجالائے تو اور بہتر ہے۔

اوّل: مغفرت کی دعا کرنا

قال تعالی وَالَّذِیْنَ جَاءُ وامِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (سورہ حشر، رکوع ا)

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں خداوندا! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت کر جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۸، ص ۱۷۹ میں اس آیت کریمہ کے تحت میں ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ قَوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ جَاءُ وامِنْ بَعْدِهِمْ عَطْفٌ اَیْضًا عَلَی الْمُهَاجِرِیْنَ وَهُمُ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ وَقِیْلَ التَّابِعُوْنَ بِاِحْسَانٍ وَهُمُ الَّذِیْنَ یَجِیْئُوْنَ بَعْدَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَذَکَرَ تَعَالٰی اَنَّهُمْ یَدْعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَلِمَنْ سَبَقَهُمْ بِالْاِیْمَانِ وَهُوَ قَوْلُهٗ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الْاٰیَه وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ جَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِاَنَّهُمْ اِمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ اَوِالْاَنْصَارُ

اَوِالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ وَبَیَّنَ اَنَّ شَاْنَ مَنْ جَآءَ بَعْدَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اَنْ یَّذْکُرَ السَّابِقِیْنَ وَھُمُ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ بِالدُّعَاءِ وَالرَّحْمَةِ فَمَنْ لَّمْ یَکُنْ کَذٰلِکَ بَلْ ذَکَرَھُمْ بِسُوْءٍ کَانَ خَارِجًا مِّنْ جُمْلَةِ اَقْسَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِحَسْبِ نَصِّ ھٰذِہِ الْاٰیَةِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا قول وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِھِمْ عطف ہے۔ اَلْمُھَاجِرِیْنَ پر اور وہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد کو ہجرت کیا' اور بعضوں نے کہا کہ جو لوگ بھلائی کے ساتھ ان کے تابع ہوئے' اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کی صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے لیے دعا کرتے ہیں' اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانے میں ان سے سابق ہوئے' اور وہ باری تعالیٰ کا ارشاد "یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا" الآیہ ہے اور جان لو کہ ان آیات نے مسلمانوں کی تمام قسموں کو استیعاب کر (گھیر) لیا' اس لیے کہ مومنین یا مہاجرین ہیں یا انصار' یا جو لوگ کہ ان کے بعد ہوئے' اور بیان فرمایا کہ مہاجرین وانصار کے بعد جو لوگ ہوئے ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اگلے لوگوں یعنی مہاجرین وانصار کو دعائے خیر اور رحمت کے ساتھ یاد کریں' اور جو شخص ایسا نہیں' بلکہ انہیں برائی کے ساتھ یاد کرے' تو وہ بحکم اس آیہ کریم مسلمانوں کے تمام اقسام سے خارج ہے۔

جمل حاشیہ تفسیر جلالین مصری جلد ۴' ص ۳۱۷ میں ہے:

قَوْلُهٗ الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْقَائِلِیْنَ لِھٰذَا الْقَوْلِ یَقْصُدُ بِمَنْ سَبَقَهٗ مَنِ انْتَقَلَ قَبْلَهٗ مِنْ غَیْرِ فَاصِلٍ وَیَنْتَھِیْ اِلٰی عَصْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَدْخُلُ فِیْ اِخْوَانِهِ الَّذِیْنَ سَبَقُوْهُ

بِالْاِیْمَانِ جَمِیْعَ مَنْ تَقَدَّمَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا یَقْصُدُ بِالَّذِیْنَ سَبَقُوْهُ خُصُوْصَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لِقُصُوْرِهٖ وَاِنْ کَانَ اَصْلُ سَبَبِ النُّزُوْلِ شَیْخُنَا یَعْنِی الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ.

یعنی "اَلَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ" سے مراد یہ ہے کہ ہر کہنے والا اس قول کا من سبقہ سے ان کو مراد لے جو لوگ ان کے زمانہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک انتقال کر چکے ہیں تو اس صورت میں اس کے اخوان سابقین بالایمان میں تمامی وہ سب مسلمان داخل ہوں گے جو اس سے پہلے انتقال کر چکے ہیں' اور اس سے فقط مہاجرین وانصار مراد نہ لے کہ اس میں تنگی اور کمی ہے اگرچہ وہی لوگ اس آیت کے اصل سبب نزول ہیں۔

اسی طرح صاوی حاشیہ تفسیر جلالین' جلد ۴' ص ۱۹۷ میں ہے:

وَعِبَارَتُهٗ هٰکَذَا اَلَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانَ اَیْ بِالْمَوْتِ عَلَیْهِ فَیَنْبَغِیْ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْقَائِلِیْنَ لِهٰذَا الْقَوْلِ اَنْ یَّقْصُدَ بِمَنْ سَبَقَهٗ مِمَّنِ انْتَقَلَ قَبْلَهٗ مِنْ زَمَنِهٖ اِلٰی عَصْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَدْخُلُ جَمِیْعُ مَنْ تَقَدَّمَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

یعنی جب مسلمان دعا کرے اور اس میں "اِغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ" کہے تو اس سے یہ قصد کرے کہ جو لوگ ہم سے پہلے سابق بالایمان ہوئے ہیں یعنی جو لوگ اس کے زمانہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک تک انتقال کر چکے ہیں تو اس میں تمامی گزشتہ مسلمان داخل ہو جائیں گے۔

قنوی حاشیہ تفسیر بیضاوی مصری جلد ۷' ص ۱۵۶ میں ہے:

قَوْلُهُ يَقُولُونَ الْآيَه وَفِيهِ تَرْغِيبٌ لِّلْخَلَفِ لِلدُّعَاءِ لِلسَّلَفِ لَاسِيَّمَا الْعُلَمَاءُ الْأَقْدَمِينَ فَإِنَّهُمْ آبَاءُ تَعْلِيمِ الدِّينِ وَاِنَّ الدُّعَاءَ بِالْمَغْفِرَةِ اَهَمُّ.

یعنی اس آیت کریمہ میں خلف کو رغبت دنیا ہے سلف کے لیے دعا کرنے کی، خصوصاً اگلے علماء کے لیے کہ وہ دینی تعلیم کے باپ ہیں، اور یہ کہ مغفرت کی دعا سب سے اہم ہے۔

حاشیہ شہاب خفاجی علی البیضاوی مصری جلد ۸، ص ۱۸۰ میں ہے:

وَجُمْلَةُ يَقُولُونَ حَالِيَةٌ وَالْمُرَادُ بِدُعَاءِ اللَّاحِقِ لِلسَّابِقِ وَالْخَلَفِ لِلسَّلَفِ اِنَّهُمْ مُتَّبِعُونَ لَهُمْ اَوْهُوَ تَعْلِيمٌ لَهُمْ بِاَنْ يَّدْعُوْ لِمَنْ قَبْلَهُمْ وَيَذْكُرُوْهُمْ بِالْخَيْرِ.

یعنی اس آیت کریمہ میں جملہ "یقولون الآیہ" جملہ حالیہ ہے اور سابق کے لیے لاحق اور سلف کے لیے خلف کی دعا کا یا تو یہ مطلب ہے کہ وہ ان کی متبع ہیں اور ان کی نقش قدم پر چلتے ہیں، یا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تعلیم ہے کہ خلف کو چاہیے کہ سلف کے لیے دعا کیا کریں، اور ان کو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کریں۔

تفسیر روح البیان مصری جلد ۶، ص ۲۱۰ میں ہے:

وَفِی الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّ التَّرَحُّمَ وَالْاِسْتِغْفَارَ وَاجِبٌ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الْآخِرِيْنَ لِلسَّابِقِيْنَ مِنْهُمْ لَاسِيَّمَا لِآبَائِهِمْ وَمُعَلِّمِيْهِمْ اُمُوْرَ الدِّيْنِ.

یعنی آیت کریمہ "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا" میں اس امر پر دلیل ہے کہ گزشتہ مسلمانوں کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا پچھلے مسلمانوں پر واجب ہے، خصوصاً اپنے آباؤ اجداد اور دینی علوم کے اساتذہ کرام کے لیے۔

قوت القلوب حضرت ابو طالب مکی جلد۲، ص ۲۴۸ میں ہے:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ وَلَمْ يَكُن فِى اتِّخَاذِ الْاِخْوَانِ اِلَّا اَنَّ اَحَدَهُم يَبْلُغُهُ مَوْتَ اَخِيهِ فَيَتَرَحَّمَ عَلَيْهِ وَيَدْعُوْ لَهُ فَلَعَلَّهُ يَغْفِرُ لَهُ بِحُسْنِ نِيَّتِهٖ وَيُقَالُ مَنْ بَلَغَهُ مَوْتَ اَخِيهِ فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ كَاَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَتَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَقَدْ رَوَيْنَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمَيِّتِ فِى قَبْرِهٖ مَثَلُ الْغَرِيْقِ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ شَيْئٍ يَّنْتَظِرُ دَعْوَةً مِّنْ وَّلَدٍ اَوْ وَالِدٍ اَوْ اَخٍ وَاِنَّهُ لَيَدْخُلُ عَلٰى قُبُوْرِ الْاَمْوَاتِ مِنْ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ مِنَ الْاَنْوَارِ اَمْثَالُ الْجِبَالِ وَيُقَالُ الدُّعَاءُ لِلْاَمْوَاتِ بِمَنْزِلَةِ الْهَدَايَا لِلْاَحْيَاءِ فِى الدُّنْيَا قَالَ فَيَدْخُلُ الْمَلَكُ عَلَى الْمَيِّتِ مَعَهُ طَبَقٌ مِّنْ نُّوْرٍ عَلَيْهِ مِنْدِيْلٌ مِّنْ نُّوْرٍ فَيَقُوْلُ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اَخِيْكَ فُلَانٌ مِّنْ عِنْدِ قَرِيْبِكَ فُلَانٌ قَالَ فَيَفْرَحُ بِذٰلِكَ كَمَا يَفْرَحُ الْحَيُّ بِالْهَدِيَّةِ

"بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اخوان بنانے میں اور کوئی فائدہ نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ کسی شخص کو اس کے دینی بھائی کے مرنے کی خبر پہنچتی ہے اس پر ترحم کرتا ہے، اس کے لیے دعا کرتا ہے، تو شاید دعا کرنے والے کی نیک نیتی سے اس میت کی مغفرت کر دی جائے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جس شخص کو اس کے بھائی کے مرنے کی خبر پہنچی، پس اس نے اس پر ترحم کیا، اور مغفرت کی دعا کی، تو گویا اس کے جنازہ میں حاضر ہوا، اور جنازہ کی نماز پڑھی، اور ہمیں رسول اللہ ﷺ سے روایت پہنچی ہے کہ میت کی مثال قبر میں ایسی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہر چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے، وہ دعا کے انتظار میں ہے کہ لڑکا دعا کرے یا باپ یا بھائی اور بیشک زندوں کی دعا کی

برکت سے مردوں کی قبور میں پہاڑ جیسے انوار داخل ہوتے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ مردوں کے لیے دعا کرنا ایسا ہے جیسے دنیا میں زندوں کو ہدیہ دینا۔ کہا، کہ فرشتہ سب کے پاس جاتا ہے، اس کے ساتھ نور کا طباق ہوتا ہے جو نور کے رومال سے چھپا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ تحفہ تیرے فلاں بھائی کا ہے جو فلاں جگہ کا رہنے والا ہے، تو وہ مردہ یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ جس طرح زندہ ہدیہ پا کر خوش ہوتا ہے۔

علامہ سید مرتضی زبیدی شرح احیاء العلوم مصری، جلد ۱۰، ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهٖ اِلَّاشِبْهُ الْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً مِنْ اَبٍ اَوْاُمٍّ اَوْصَدِيْقٍ ثِقَةٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا لِاَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لِيُدْخِلَ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الدُّنْيَا اَمْثَالُ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ اَلْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَالصَّدَقَةُ عَنْهُمْ (رواه الديلمى فى مسند الفردوس ورواه البيهقى فى شعب الايمان)

دیلمی "مسند الفردوس" اور بیہقی "شعب الایمان" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً راوی ہیں کہ نہیں ہے مردہ اپنی قبر میں مگر مثل ڈوبتے ہوئے کے، طالب فریاد رس ہے، انتظار کر رہا ہے، باپ یا ماں یا معتمد دوست کی دعا کا، تو جب دعا اسے پہنچتی ہے اس کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑ جیسے خیر و برکات و انوار داخل کرتا ہے، اور بے شک مردوں کے لیے زندوں کا تحفہ ان کی مغفرت چاہنا اور ان کی طرف سے صدقہ دینا ہے۔

حضرت شیخ مجدد اکثر تعزیتی خطوط میں اسی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے دعا و

صدقہ کی ہدایت فرماتے ہیں۔ مکتوبات جلد اوّل ص ۱۰۱ مکتوب ہشتاد و نہم میں ہے:

مرحومہ شمادریں اواں بسے مغتنم بودند الحال برشما آں لازم است کہ مکافات احسان باحسان بکنند و بدعا و صدقہ ساعت بساعت مدد نمائند فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ.

تمہارے (میت) مرحومہ بڑے احسان کرنے والے تھے اب تم پر یہ لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا اور صدقہ سے ہر وقت ان کی مدد کرو اس لیے کہ میت مثل غریق کے ہے، انتظار کرتا ہے اپنے رشتہ داروں، باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی دعاؤں کا جو اسے پہنچتی ہے۔

نیز مکتوب جلد اوّل ص ۱۲۱، مکتوبات صد و چہارم میں ہے:

مصیبت برفتن نیست برحال رونده الی الحبیب ست تا باد چه معامله کنند بدعاء واستغفار وتصدیق امداد بائد نمود قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ صَدِیْقٍ (الی قولہ) وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ اَلْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ۔

مصیبت جانے پر نہیں ہے (بلکہ) دوست کی طرف جانے والے کے حال پر ہے۔ یہاں تک کہ (وہ منتظر رہتا ہے کہ دیکھیں) لوگ کس طرح (میرے دوست) معاملہ کرتے ہیں؟ (لہٰذا) دعاء اور استغفار اور تصدق کے ذریعہ مدد کرنی چاہیے (جیسا کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت قبر میں مثل ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے ہے، انتظار کرتا ہے ان دعاؤں کا جو پہنچتی ہیں، اس کو

باپ یا ماں یا دوست کی طرف سے (الی قولہ) بیشک زندوں کے تحفے، ہدیئے مردوں کی طرف، ان کے (مردوں) کے لیے استغفار کرنا ہے۔

قرآن شریف کی آیت، تفاسیر کی عبارت، علماء کرام کی صراحت، احادیث کی دلالت نے مردوں کے لیے ایصال ثواب کے طریقہ کو بہت صاف طور پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں پر نہ صرف مستحب، بلکہ بقول علامہ حقی واجب ہے کہ گزشتہ مسلمانوں خصوصاً اپنے آباؤ اجداد و علماء کرام و مشائخ عظام کے ایصال ثواب کے لیے ان کی مغفرت کی دعا کیا کریں، ورنہ حسب تصریح امام رازی مسلمانوں کی تیسری قسم بھی شامل ہونا معلوم۔

دوم: ماں باپ کے لیے خدائے تعالیٰ سے رحم و کرم چاہنا

قَالَ تَعَالٰی وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا ۝

(بنی اسرائیل، رکوع ۳)

یعنی ماں باپ کے لیے دعا کرو اور کہو کہ خداوندا ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپنے میں مجھے پالا۔

تفسیر روح المعانی مصری، جلد ۳، ص ۵۰۸ میں ہے:

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الْاَمْرَ لِلْوُجُوْبِ فَيَجِبُ عَلَى الْوَلَدِ اَنْ يَّدْعُوْلِوَالِدَيْهِ بِالرَّحْمَةِ.

یعنی اس آیت سے ظاہر یہ بات ہے کہ اولاد پر واجب ہے کہ والدین کے لیے رحمت کی دعا کیا کریں۔

اس لیے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے جمل مصری حاشیہ تفسیر جلالین جلد ۲، ص ۶۲۲ میں ہے:

قَوْلُهٗ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا اَیْ اُدْعُ لَهُمَا وَلَوْ خَمْسَ مَرَّاتٍ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ كَذَا فِی الصَّاوِیْ (جلد ۲، ص ۲۷۱)

یعنی آیت کریمہ "وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا" کے یہ معنی ہیں کہ ماں باپ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دن رات میں صرف پانچ ہی دفعہ سہی۔

تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۱۴۸ میں ہے:

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا وَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّرْحَمَهُمَا بِرَحْمَتِهِ الْبَاقِيَةِ وَلَاتَكْتَفِ بِرَحْمَتِكَ الْفَانِيَةِ.

یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اپنی رحمت باقی کے ساتھ ان پر رحم کرے، تم فقط اپنی رحمت فانی پر اکتفا نہ کرو کہ جہاں تک ہو سکے ان کے ساتھ سلوک کرو۔

اسی میں ہے:

سُئِلَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ فَقَالَ كُلُّ ذٰلِكَ وَاصِلٌ اِلَيْهِ وَلَاشَيْئَ اَنْفَعُ لَهُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَلَوْكَانَ شَيْئٌ اَفْضَلُ مِنْهُ لَاُمِرْتُ بِهٖ فِى الْاَبَوَيْنِ وَيَعْضُدُهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ دَرَجَةَ الْعَبْدِ فِى الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنّٰى لِىْ هٰذَا فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ وَفِى الْحَدِيْثِ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْاَحَدِهِمَا فِىْ كُلِّ جُمْعَةٍ كَانَ بَارًّا.

یعنی ابن عیینہ سے سوال ہوا کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟ اور یہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ اس کے لیے کیا جائے گا سب اس کو پہنچے گا؟ اور کوئی چیز استغفار سے بڑھ کر نہیں، اس لیے کہ اگر کوئی چیز استغفار سے افضل ہوتی تو والدین کے حق میں اسی کا حکم ہوتا، اور اس کی تائید حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندہ

کا درجہ بلند فرمائے گا، وہ بندہ کہے گا' میرے مولیٰ! یہ رتبہ مجھ کو کس طرح ملا؟ ارشاد ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی وجہ سے' اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن ماں باپ یا ان میں کسی ایک کی قبر کی زیارت کیا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بار یعنی نیکو کار گنا جائے گا۔

تفسیر ابی مسعود علی ہامش تفسیر کبیر جلد ۵' ص ۵۷۳ میں ہے:

وَلَا تَكْتَفِ بِرَحْمَتِهِ الْفَانِيَةِ بَلْ اُدْعُ اللّٰهَ لَهُمَا بِرَحْمَتِهِ الْوَاسِعَةِ الْبَاقِيَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا بِرَحْمَتِكَ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ الَّتِي مِنْ جُمْلَتِهَا الْهِدَايَةُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَا يُنَافِي ذٰلِكَ كُفْرَهُمَا

یعنی والدین کے حق میں فقط اپنی فانی رحمت پر اکتفا نہ کر' بلکہ ان دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع باقی رحمت کے لیے دعا کر' اور یوں کہہ کہ خداوندا ان دونوں پر اپنی دنیوی واخروی رحمت کے ساتھ رحم فرما' اور منجملہ اخروی رحمت کے اسلام کی طرف رہبری بھی ہے' تو اگر کسی کے ماں باپ کافر ہوں جب بھی اس دعا میں مضائقہ نہیں' اس لیے کہ کفر اس دعا کے منافی نہیں۔

سوم: میت کے لیے جنازہ پڑھنا

قَالَ تَعَالٰى وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

(سورہ براءۃ رکوع ۱۳)

"اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھیے اس لیے کہ آپ کا ان پر نماز جنازہ پڑھنا ان کے لیے سکون ووقار ہے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں دو قول ہیں' اوّل دعاء مغفرت کرنا اس معنی کو یہ پہلے طریقہ کی دلیل ہوگی اور بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر نماز جنازہ سے کی ہے۔ تب یہ آیت

تیسری صورت کی دلیل ہوگی۔ تفسیر البحر المحیط جلد ۵، ص ۹۵ میں ہے:

وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ اَیۡ اُدۡعُ لَهُمۡ اَوۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ صَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِذَا مَاتُوۡا.

اوّل یعنی اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، اوّل ان کے لیے دعا کیجئے، دوم دعاء مغفرت کیجئے، سوم جب مرجائیں تو جنازہ کی نماز پڑھیے۔

تفسیر روح البیان جلد ۲، ص ۵۷۴ میں ہے:

قَالَ فِی الۡکَافِیۡ "اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الۡمَیِّتِ مَشۡرُوۡعَةٌ لِقَوۡلِهٖ تَعَالٰی وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ

"کافی میں ہے کہ جنازہ کی نماز مشروع ہے اور اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ" ہے۔

تفسیر روح المعانی جلد ۳، ص ۳۲۵ میں ہے:

وَالۡحَمۡدُ عَلٰی صَلَاۃِ الۡمَیِّتِ بَعِیۡدٌ وَاَنۡ رُوِیَ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا.

یعنی آیت کریمہ "وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ" سے نماز جنازہ مراد لینا بعید ہے۔ اگرچہ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

اس عبارت نے اتنا پتہ دیا کہ "صَلِّ عَلَیۡهِمۡ" سے نماز جنازہ مراد لینا نہ صرف صاحب البحر المحیط اور صاحب کافی کی ذاتی رائے ہے، بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی و منقول ہے۔ رہا علامہ آلوسی بغدادی مؤلف روح المعانی کا باوجود روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو بعید بتانا عقل و علم سے بعید ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان علمی اور وہ بھی خاص فن تفسیر میں، اس سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے دعاء اَللّٰهُمَّ عَلِّمۡهُ الۡکِتَابَ فرمائی، وہ

اس آیہ کی تفسیر فرماتے ہیں، اور الفاظ قرآن اس کو مقتضی، علماء کرام نماز جنازہ کے ثبوت و استدلال میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں" روح البیان" والے اس کو نقل کر کے مقرر رکھتے ہیں، باوجود ان سب باتوں کے علامہ آلوسی اس کو بعید کہتے ہیں، ثابت بالحدیث اور صحابی کے قول کو تفسیر قرآن میں بعید بتانا، سخت جرأت اور شان علم و عقل سے بہت ہی بعید ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تفسیر در المنثور جلد ۳، ص ۲۷۵ میں اس آیت کی تفسیر میں منجملہ اور احادیث کے ایک یہ حدیث لکھتے ہیں:

وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ خَارِجَۃَ بْنِ زَیْدٍ عَنْ عَمِّہٖ یَزِیْدَ بْنِ ثَابِتٍ وَکَانَ اَکْبَرُ مِنْ زَیْدٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وَرَدْنَا الْبَقِیْعَ اِذَا ھُوَ بِقَبْرٍ جَدِیْدٍ فَسَالَ عَنْہُ فَقَالُوْا فُلَانَۃٌ فَعَرَفَھَا قَالَ اَفَلَا اِذْ نْتُمُوْنِیْ بِھَا فَقَالُوْا کُنْتَ قَائِلاً فَکَرِھْنَا اَنْ نُوْذِیْکَ فَقَالَ لَاتَفْعَلُوْا مَامَاتَ مِنْکُمْ مَّیِّتٌ مَادُمْتُ بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ اِلَّا اَذَنْتُمُوْنِیْ فَاِنَّ صَلَاتِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ۔

یعنی ابن ابی شیبہ نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ چلے، تو جب جنت البقیع پہنچے، تو حضور نے ایک نئی قبر ملاحظہ فرمائی، آپ نے پوچھا، لوگوں نے کہا، کہ فلاں عورت کی قبر ہے، تو آپ نے اس کو پہچان لیا، ارشاد ہوا کہ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ خبر دی؟ لوگوں نے کہا، حضور قیلولہ فرما رہے تھے، تو ہم نے ناپسند کیا کہ حضور کو تکلیف دیں، ارشاد ہوا، کہ ایسا نہ کیا کرو جب تک میں تم میں ہوں، تو نہ انتقال کرے تم میں کوئی شخص مگر مجھے ضرور خبر دیا کرو اس لیے کہ میرا نماز پڑھنا میت کے لیے رحمت ہے۔

والحدیث رواہ ابن ماجہ فی سنن وابن حبان فی صحیحہ

والحاکم فی المستدرک فی الفضائل وسکت عنه وروی نحوه البخاری ومسلم، ص ۳۱۰ و ابو داؤد الطیالسی ص ۳۲۱ اس مسئلہ کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَاتُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍمِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا (سورہ براءۃ)

یعنی منافقین میں جو شخص مرجائے اس کی جنازہ کی نماز آپ نہ پڑھیں۔

تفسیر بیضاوی شریف میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہے:

وَالْمُرَادُ مِنَ الصَّلٰوةِ اَلدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهٗ وَهُوَ مَمْنُوْعٌ فِیْ حَقِّ الْكَافِرِ.

یعنی صلوۃ سے مراد میت کے لیے دعا اور اس کی مغفرت کی دعا کرنا ہے اور کافر کے لیے یہ منع ہے۔

حاشیہ خفاجی علی البیضاوی جلد ۴، ص ۳۵۲ میں ہے:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ صَلٰوةُ الْمَيِّتِ الْمَعْرُوْفَةِ وَاِنَّمَا مَنَعَ مِنْهَا عَلَيْهِ لِاَنَّ صَلٰوةَ الْمَيِّتِ دُعَاءٌ وَاسْتِغْفَارٌ وَاسْتِشْفَاعٌ لَهٗ وَقَدْ مَنَعَ مِنَ الدُّعَاءِ لِمَيِّتِهِمْ فِيْمَا تَقَدَّمَ فِیْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ،

یعنی اس آیت میں صلوۃ سے مراد نماز جنازہ معروفہ ہے اور منافقین کے لیے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ میت پر نماز پڑھنا دعا واستغفار اور شفاعت کرنا ہے، اور منافق مردوں کے لیے دعا کرنا، پہلے غیر مفید وممنوع ہو چکا ہے، ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو، اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز

انہیں نہیں بخشے گا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب منافقین کے لیے استغفار، دعا، نماز جنازہ ممنوع ہے، تو ضروری ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ سب باتیں نہ فقط جائز، بلکہ مامور و مشروع ہوں، ورنہ ان کی تبکیت و تذلیل کیا ہوگی؟ امام رازی تفسیر کبیر جلد ۴، ص ۷۰۹ میں اس آیۃ کریمہ کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰی اَمَرَ رَسُوْلَهٗ بِاَنْ يَّسْعٰی فِیْ تَخْذِيْلِهِمْ وَاِهَانَتِهِمْ وَاِذْلَالِهِمْ فَالَّذِیْ سَبَقَ ذِكْرُهٗ فِی الْاٰيَةِ الْاُوْلٰی وَهُوَ مَنْعُهُمْ مِنَ الْخُرُوْجِ مَعَهٗ اِلَی الْغَزَوَاتِ سَبَبٌ قَوِیٌّ مِّنْ اَسْبَابِ اِذْلَالِهِمْ وَاِهَانَتِهِمْ وَهٰذَا الَّذِیْ ذِكْرُهٗ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَهُوَ مَنْعُ الرَّسُوْلِ مِنْ اَنْ يُّصَلِّیَ عَلٰی مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ سَبَبٌ اٰخَرُ قَوِیٌّ فِیْ اِذْلَالِهِمْ وَتَخْذِيْلِهِمْ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ منافقین کے رسوا کرنے، اہانت کرنے اور ذلیل کرنے کی کوشش کریں تو آیۃ گزشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں جانے کی ممانعت کرنا، ایک قوی سبب ان کی ذلت واہانت کا ہے اور جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی نبی ﷺ کو ان کے نماز جنازہ سے روک دینا، ان کی تذلیل ورسوائی کا دوسرا قوی سبب ہے۔

چہارم: مسلمان میت کے قبر پر جانا اور اس جگہ ٹھہرنا اور اس کی زیارت کرنا

قَالَ تَعَالٰی وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (سورہ براۃ رکوع ۱۱) تفسیر بیضاوی میں ہے: وَلَا تَقِفْ عِنْدَ قَبْرِهٖ لِلدَّفْنِ اَوْ لِلزِّيَارَةِ (حاشیہ قنوی علی البیضاوی، جلد ۴، ص ۱۷ میں ہے:

اَیِ النَّهْیُ عَنِ الْقِيَامِ نَهْیٌ عَنِ الْوُقُوْفِ مُطْلَقًا كِنَايَةً اَوْ مَجَازًا اَوْ كَانَ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡمُ عَلٰی قُبُوۡرِ الۡمُنَافِقِیۡنَ وَیَدۡعُوۡلَھُمۡ ثُمَّ نَھٰی عَنۡ ذٰلِکَ حِیۡنَ مَاتَ رَئِیۡسُ الۡمُنَافِقِیۡنَ.

یعنی قیام سے ممانعت مطلقاً ٹھہرنے سے کنایۃً یا مجازاً ممانعت ہے اور حضور اقدس ﷺ پہلے منافقین کی قبروں پر بھی ٹھہرتے' اور ان کے لیے دعا کرتے تھے' جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرا تو اس سے ممانعت ہو گی۔

تفسیر کبیر جلد ۴' ص ۱۰۷ میں ہے:

ثُمَّ قَالَ وَلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ وَفِیۡہِ وَجۡھَانِ الۡاَوَّلُ قَالَ الزَّجَّاجُ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَفَنَ الۡمَیِّتَ وَقَفَ عَلٰی قَبۡرِہٖ وَدَعَالَہٗ فَمَنَعَ ھٰھُنَا مِنۡہُ الثَّانِیۡ قَالَ الۡکَلۡبِیۡ لَا تَقُمۡ بِاِصۡلَاحِ مُھِمَّاتِ قَبۡرِہٖ.

یعنی آیت کریمہ "ولا تقم علی قبرہ" کی دو تفسیریں ہیں' اوّل زجاج نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب کسی میت کو دفن کرتے' اس کی قبر پر ٹھہرتے' اور اس کے لیے دعا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے کہ مہمات قبر کی اصلاح کے لیے آپ منافقوں کی قبر پر نہ ٹھہریں۔

تفسیر ابو سعود جلد ۴' ص ۷۰۲ میں ہے:

اِیۡ لَا تَقِفۡ عَلَیۡہِ لِلدَّفۡنِ اَوۡلِلزِّیَارَۃِ اَوۡلِلدُّعَاءِ.

یعنی منافق کی قبر پر آپ کھڑے نہ ہو' نہ دفن کے لیے' نہ زیارت کے لیے' نہ دعا کے واسطے۔

تفسیر روح البیان جلد ۲' ص ۵۵۹ میں ہے:

وَلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ ای لَا تَقِفۡ عِنۡدَ قَبۡرِہٖ لِلدَّفۡنِ اَوۡ لِلزِّیَارَۃِ وَالدُّعَاءِ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَفَنَ الۡمَیِّتَ وَقَفَ عَلٰی قَبۡرِہٖ وَدَعَالَہٗ اِنَّھُمۡ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ تَعۡلِیۡلٌ لِلنَّھۡیِ عَلٰی اَنَّ الۡاِسۡتِغۡفَارَ

رِلْلْمَيِّتِ وَالْوُقُوْفَ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّمَا یَکُوْنُ لِاسْتِصْلَاحِہٖ وَذٰلِکَ مُسْتَحِیْلٌ فِیْ حَقِّھِمْ لِاَنَّھُمْ اسْتَمَرُّوْا عَلَی الْکُفْرِ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ مُدَّۃَ حَیَاتِھِمْ قال الحافظ.

"قَبْرِہٖ" کے یہ معنی ہیں کہ آپ منافق کی قبر پر نہ ٹھہریں، دفن یا زیارت اور دعا کے لیے، اور حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مردہ دفن کیا جاتا، تو اس کے قبر پر ٹھہرتے، اور اس کے لیے دعا کرتے، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" اس نہی کی علت ہے، اس لیے کہ میت کے لیے استغفار اور اس کی قبر پر ٹھہرنا اس کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے، اور یہ منافقوں کے حق میں محال ہے، چونکہ وہ مدۃ العمر اللہ ورسول کے ساتھ کفر پر مستمر رہے، جیسا کہ حضرت حافظ شیرازی نے فرمایا۔

بآبِ کوثر و زمزم سفید نتواں کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ان سیہ بختان قسمت کے حق میں ان کے کفر کے سبب غیر مفید ہونے کی وجہ سے جب قبر پر ٹھہرنا منع کر دیا گیا، تو مسلمانوں کے لیے وہ حکم بدستور باقی رہا چونکہ ان کے لیے مفید ہے۔ بالجملہ! قرآن شریف کی ان آیات کریمہ سے ایصال ثواب کے چار طریقے ثابت ہوئے! اوّل! دعائے مغفرت، دوم! دعائے رحمت، سوم! نماز جنازہ، چہارم! بر پر ٹھہرنا اور دعا کرنا، ان میں نماز جنازہ کی ترکیب تو مفصل طریقے پر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ رہا دعائے مغفرت و دعائے رحمت کرنا اور قبر پر ٹھہرنا، قرآن شریف میں اس کا مفصل بیان مذکور نہیں کہ کس طرح دعا کرنی چاہیے؟ اور اس کے آداب و شرائط کیا ہیں؟ لیکن اہل علم وفہم پر مخفی نہیں کہ جب یہ دعا ہے تو جو آداب و شرائط دعا کے اپنی جگہ مرقوم ومکتوب ہیں، اس دعا کے لیے بھی ان کا لحاظ ضروری ہے۔ وہ بہت امور ہیں جن کا مفصل بیان اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کی مستقل

تصنیف احسن الوعاء لاداب الدعا اور اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، شیخ الاسلام والمسلمین سیدی ومرشدی مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کے حاشیہ مسمی بہ ذیل المدّعا لاحسنِ الوِعا میں مذکور ہے اگر ان سب امور کا لحاظ نہ کر سکیں تو کم از کم دو تین باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے، تاکہ جو دعا کریں امید قبولیت قوی ہو، اوّل کچھ سورتیں یا آیتیں قرآن شریف کی پڑھیں کہ قرآن شریف کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ کنز العمال، جلد ۱، ص ۱۲۹ میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِقَارِیِ الْقُرْاٰنِ دَعْوَۃً مُسْتَجَابَۃً فَاِنْ شَاءَ صَاحِبُھَا عَجَّلَھَا فِی الدُّنْیَا وَاِنْ شَاءَ اَخَّرَھَا اِلَی الْاٰخِرَۃِ (رواہ ابن مردویہ، ص ۱۳۲)

قرآن شریف پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے، تو اگر چاہے دنیا میں جلد لے لے اور اگر چاہے آخرت کے لیے مؤخر کرے۔

اسی میں ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَاَقْرَءَہٗ لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ یَدْعُوْبِھَا فَیُسْتَجَابُ لَہٗ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، ص ۱۳۳)

”تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف پڑھے، اور قرآن شریف پڑھائے اور حافظ قرآن کی دعا مستجاب ہوتی ہے جو دعا کرتا ہے، قبول کی جاتی ہے۔“

اسی میں ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْاَلِ اللّٰہَ بِہٖ فَاِنَّہٗ سَیَاْتِیْ اَقْوَامٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ

وَيَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (رواه ابن ابی شیبه و الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی شعب الایمان)

جو شخص قرآن شریف پڑھے اسے چاہیے کہ خداوند عالم سے اس کے وسیلے سے سوال کرے۔ اس لیے کہ ایک قوم ایسی آئے گی جو قرآن پڑھے گی، اور لوگوں سے اس کے ذریعے سوال کرے گی۔

اب رہی یہ بات کہ کون کون سی سورہ پڑھے؟ کون کون سی آیتیں پڑھے؟ اس میں اختیار ہے کوئی خاص سورہ ضروری نہیں۔ ہاں! جن جن سورتوں کا ثواب خصوصیت کے ساتھ مذکور ہے جیسے سورۂ فاتحہ یا اوّل و آخر بقرہ، آیت الکرسی، سورۂ یٰسین، انا اعطینا، قل یا ایھا الکافرون، قل ھو اللہ احد، معوذتین وغیرہ، ان کا پڑھنا افضل و اعلیٰ ہے۔ کنز العمال جلد ۱، ص ۱۳۹ میں ہے:

عَنْ اُبَیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ مِثْلَ اُمِّ الْقُرْآنِ وَھِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ (رواہ الترمذی والنسائی)

یعنی توریت وانجیل میں کوئی سورہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کے مثل نہیں نازل کی اور یہ سبع مثانی ہے۔

اسی میں ہے: ص ۱۳۹

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ تُجْزِیْ مَالَا تُجْزِیْ شَیْئٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَلَوْ اَنَّ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ جُعِلَتْ فِیْ کَفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَجُعِلَ الْقُرْآنُ فِی الْکَفَّۃِ الْاُخْرٰی لَفَضَلَتْ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ عَلَی الْقُرْآنِ سَبْعَ مَرَّاتٍ (رواہ الدیلمی مسند الفردوس)

سورۂ فاتحہ اس کام میں کفایت کرتی ہے کہ کوئی چیز قرآن سے کفایت نہیں کرتی،

اور اگر سورۂ فاتحہ ایک پلہ میں رکھی جائے اور بقیہ قرآن دوسرے پلہ میں، تو سورۂ فاتحہ اس سے سات گنا زیادہ ہو۔ اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْقُرْاٰنِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (رواہ الحاکم والبیھقی فی شعب الایمان)

"سورۂ فاتحہ قرآن شریف میں سب سے افضل ہے۔"

اسی میں ص ۱۳۹ پر ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ اُنْزِلَتْ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ اُمُّ الْکِتَابِ وَاٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ وَخَوَاتِیْمُ الْبَقَرَۃِ وَالْکَوْثَرِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ والضیاء)

"چار سورتیں ہیں جو اس خزانہ سے نازل کی گئیں جو عرش کے نیچے ہے۔ سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، خواتیم سورہ بقرہ، اور سورۂ کوثر"

اسی ص ۱۴۰ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْئٍ سَنَامٌ وَاِنَّ سِنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَفِیْھَا اٰیَۃٌ ھِیَ سَیِّدَۃُ اٰیِ الْقُرْاٰنِ اٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ (رواہ الترمذی)

"ہر چیز کے لیے چوٹی ہے اور قرآن شریف کی چوٹی سورۂ بقرہ ہے، اور اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے یعنی آیت الکرسی۔"

اسی میں ہے: ص ۱۴۱

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فِيهَا اٰيَةٌ سَيِّدَةُ اٰيَةِ الْقُرْآنِ لَاتُقْرَءُ فِیْ بَيْتٍ وَفِيْهِ شَيْطَانٌ اِلَّا خَرَجَ مِنْهُ اٰيَةَ الْكُرْسِیْ۔

سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے، نہیں پڑھی جائے گی یہ آیت کسی ایسے گھر میں جس میں شیطان ہو، مگر اس کی برکت سے شیطان دفع ہو جائے گا، وہ آیت ''آیت الکرسی'' ہے۔

اسی میں ہے: ص ۱۴۴

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْئٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰسٓ مَنْ قَرَءَ يٰسٓ كُتِبَ لَهٗ بِقِرَاءَ تِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشَرَ مَرَّاتٍ (رواہ الترمذی والدارمی)

یعنی ہر چیز کے لیے دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورہ یٰسین ہے، جو شخص سورہ یٰسین پڑھے اس کے لیے اس کے پڑھنے کا اجر و ثواب دس مرتبہ قرآن شریف پڑھنے کے برابر لکھا جائے گا۔

اسی میں ہے: ص ۱۴۴

مَنْ قَرَءَ يٰسٓ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَءُ وْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن معقل بن یسار)

جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے سورۂ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے گناہ بخش دے گا، تو اس سورہ کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

اسی میں ہے: ص ۱۴۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ يَااَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم)

''قُلْ يَااَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔'' اور ''قُلْ

هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ کا تو کیا کہنا اس کے فضائل اظہر من الشمس ہیں۔

کنز العمال جلد اوّل، ص ۱۴۵ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ۔ (رواہ الامام مالک والامام احمد والبخاری و ابو داؤد والترمذی و رواہ مسلم عن ابی الدرداء، و رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن ابی ھریرہ و رواہ النسائی عن ابی ایوب و رواہ الامام احمد و ابن ماجہ عن ابی مسعود الانصاری و رواہ الطبرانی عن ابن مسعود و رواہ البزار عن جابر و ابو عبیدہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھم اجمعین)

”ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے“ اس کو امام مالک، امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، اور امام مسلم نے ابوداؤد سے روایت کیا، اور روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے، اور روایت کیا اس کو نسائی نے ابوایوب سے، اور روایت کیا اس کو امام احمد نے اور ابن ماجہ نے ابو مسعود انصاری سے، اور روایت کیا اس کو طبرانی نے ابن مسعود سے، اور روایت کیا اس کو بزار نے جابر اور ابوعبیدہ سے، اور انہوں نے ابن عباس سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اسی میں ہے:

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ عَلَیَّ اٰیَاتٌ لَمْ یُرَ مِثْلُھُمْ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (رواہ الامام احمد والترمذی والنسائی)

مجھ پر چند آیتیں نازل ہوئیں کہ ان کے مثل کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی، وہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ " ہے۔

وفی روایة اِقْرَءِ الْمُعَوِّذَتَیْنِ فَاِنَّکَ لَنْ تَقْرَءُ مِثْلَھُمَا.

معوذتین پڑھا کرو اس لیے کہ تم ہرگز ان کے مثل نہ پڑھو گے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں بے مثل ہیں۔

(رواہ الطبرانی عنه) وفی روایة یَا عُقْبَةُ اَلا اُعَلِّمُکَ خَیْرَ سُوْرَتَیْنِ قُرِءَتَا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یَا عُقْبَةُ اِقْرَءْ بِھِمَا کُلَّمَا نُمْتَ وَقُمْتَ مَا سَاَلَ سَائِلٌ وَلَا اِسْتَعَاذَ مُسْتَعِیْذٌ بِمِثْلِھِمَا

(رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم عن عقبہ بن عامر)

یعنی اے عقبہ کیا میں تمہیں دو بہترین سورتیں نہ بتاؤں "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" اے عقبہ ان دونوں سورتوں کو پڑھو جب سوؤ اور جب کھڑے ہو، نہیں سوال کیا کسی، کرنے والے نے، اور نہ پناہ پکڑی کسی پناہ پکڑنے والے نے کسی چیز کے ساتھ جو مثل ان دو سورتوں کے ہو، یعنی یہ دونوں ہر چیز سے بہتر ہیں۔

دوم، اوّل و آخر درود شریف پڑھیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک رسول اللہ ﷺ اور ان کے آل پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔

کنز العمال، جلد اوّل، ص ۱۲۳ میں ہے:

عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کُلُّ دُعَاءٍ مَّحْجُوْبٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رواہ البیھقی فی شعب الایمان و رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه.

"بیہقی شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی، ہر دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہونے سے روکی ہوئی ہوتی ہے، جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود

شریف نہ پڑھے۔"

اسی میں ہے: ص ۲۱۳

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْئٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رواہ الترمذی قَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِیُّ فِیْ شَرْحِهٖ وَهُوَ اِنْکَانَ مَوْقُوْفًا عَلَیْهِ فمثله لَا یُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّاْیِ وِاِنَّمَا هُوَ اَمْرٌ تُوْقِیْفِیٌّ فَحُکْمُهٗ حُکْمُ الْمَرْفُوْعِ کَمَا صَرَّحَهٗ بِهٖ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَهْلِ الْحَدِیْثِ وَالْاُصُوْلِ۔

یعنی حضرت سعید بن مسیب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ دعا آسمان وزمین میں رکی ہوئی رہتی ہے' وہ اوپر بلند نہیں ہوتی' جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے اسے ترمذی نے روایت کیا' حافظ عراقی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر ایسی بات اپنی عقل سے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے' یہ تو شارع علیہ السلام ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتا ہے' اس لیے اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہے جیسا کہ آئمہ حدیث وعلمائے اصول نے تصریح فرمائی۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ ذُکِرَلِیْ اِنَّ الدُّعَاءَ یَکُوْنُ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعُدُ مِنْهُ شَیْئٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابن راھویہ بسند صحیح)

"یعنی محدث ابن راہویہ نے صحیح سند سے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھ سے ذکر کیا گیا کہ دعاء آسمان وزمین کے درمیان رہتی ہے' بلند نہیں ہوتی' جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔"

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعَا الدَّاعِیُ فَاِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَفَعَ رواه الدیلمی و عبدالقادر الرهاوی فی الاربعین وقال و روی عن عمر موقوف من قوله وهواصح من المرفوع.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے' تو اس کی دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے جب نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے' تب وہ بلند ہوتی ہے' اس حدیث کو دیلمی اور عبدالقادر رہاوی نے اربعین میں روایت کیا' اور کہا کہ یہ حدیث حضرت عمر سے موقوفاً بھی مروی ہے اور وہ باعتبار سند مرفوع سے اصح ہے۔

اسی میں ہے: ص ۲۱۴

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ عَنِ السَّمَاءِ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ رواه عبیدالله بن ابی حفص العیشی فی حدیثه وعبدالقادر الرهاوی فی الاربعین والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی شعب الایمان.

اس حدیث میں علی محمد کے بعد وعلی آل محمد زائد ہے' اس لیے بہتر بھی ہے کہ درود شریف کامل پڑھے جس میں آلِ واصحاب سب کا ذکر ہو۔

سوم: دعا سے پہلے کوئی عمل صالح کرے کہ خداوند عالم کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو خصوصاً صدقہ کہ اس باب میں اثر تمام رکھتا ہے

قَالَ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً (سورۂ مجادلہ رکوع ۲)

مسلمانو! جب تم رسول خدا سے مناجات کرنا چاہو تو قبل مناجات صدقہ دے لو۔

تفسیر خازن جلد ۴، ص ۲۴۱ میں ہے:

یَعۡنِیۡ اِذَا اَرَدتُّم مُنَاجَاةَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ اِذَا وَجَدَ الشَّیۡئَ بِمَشَقَّةٍ اِسۡتَعۡظَمَهٗ وَاِنۡ وَجَدَهٗ بِسُهُوۡلَةٍ اِسۡتَحۡقَرَهٗ وَنَفَعَ کَثِیۡرٌ مِّنَ الۡفُقَرَاءِ بِتِلۡکَ الصَّدَقَةِ الۡمُقَدِّمَةِ قَبۡلَ الۡمُنَاجَاتِ۔

یعنی اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول ﷺ سے مناجات کا ارادہ کرو تو قبل سرگوشی کرنے کے صدقہ دو، اور اس صدقہ دینے کا فائدہ رسول اللہ ﷺ سے مناجات کی تعظیم ہے، اس لیے کہ آدمی جب کسی چیز کو مشقت اٹھا کر حاصل کرتا ہے تو اس کی قدر ہوتی ہے، اور جو چیز بے دردسر حاصل ہوتی ہے، وہ بے قدر ہوتی ہے، دوسرا فائدہ اس صدقہ کا بہتیرے فقرا کو نفع پہنچانا ہے۔

ومثلہ فی التفسیر الکبیر جلد ۸، ص ۱۶۶

مقام غور ہے کہ جب رسول سے مناجات کی یہ قدر ہے تو خدا سے مناجات و عرض حاجت کی اہمیت کا مقتضی اسی سے ظاہر ہے، یہ مانا کہ اب یہ حکم مامور و مفروض نہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ استحباب و مندوبیت میں کلام نہیں، اور فقراء کو اس سے نفع پہنچنا تو ہر شخص آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ فقیر غفر المولی القدیر کہتا ہے، یہی آیت مسلمانوں کے اس دستور اور معمول بہ کی اصل اصیل ہے کہ جب بزرگوں کے مزار پر فاتحہ و زیارت کے لیے جاتے ہیں تو شیرینی وغیرہ کوئی چیز فقراء پر تصدق کرنے کے لیے جایا کرتے ہیں۔ اب ان سب آیتوں اور حدیثوں کو عملاً جمع کرنے کے بعد ایصال ثواب کی بہترین صورت یہ ثابت ہوئی کہ جب کسی میت بزرگ یا فرد استاد یا مشائخ کے لیے ایصال ثواب چاہیں، تو قبر پر اس کے جائیں اور شیرینی وغیرہ صدقہ کے لیے لائیں، پھر قرآن شریف کی سورتیں یا آیتیں پڑھیں، پھر اوّل آخر درود شریف پڑھ کر اس میت کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کریں،

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید قبولیت کی ہے' اور یہی طریقہ ہے جو سلفا خلفا مسلمانوں میں ایصال ثواب کا شائع ومروج ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کے متعدد طریقے تھے' جنہیں سے غور و تامل کے بعد اس وقت فقیر کے خیال میں پچیس طریقے احادیث قولی وفعلی واقوال علماء کرام سے صراحتہً ودلالتہً ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اس وقت تک کے علماء ومشائخ کے تعامل وتوارث سے ان کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقق۔

پہلا طریقہ

سورۂ یٰسین شریف پڑھنا ہے جس کا کرنا مرنے کے بعد ہی' بلکہ وقت احتضار ہی سے ثابت ہے

سنن ابی داود جلد ۳' ص ۸۹ میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِقْرَاءُ وْا یٰسٓ مَوْتَاکُمْ (رواہ ابن ماجه والنسائی واعله ابن القطان وصحیح ابن حبان)

"یعنی اپنے مُردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو۔"

مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲' ص ۲۸۲ میں ہے:

قَالَ الْقُرْطَبِیُّ حَدِیْثُ اِقْرَءُ وْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ یٰسٓ ھٰذَا یَحْتَمِلُ اَنْ تَکُوْنَ ھٰذِہِ الْقِرَاءَۃُ عِنْدَ الْمَیِّتِ فِیْ حَیَاتِہٖ وَیَحْتَمِلُ اَنْ تَکُوْنَ عِنْدَ قَبْرِہٖ کَذَا ذَکَرَہُ السیوطی فی شرح الصدور.

یعنی علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اِقْرَءُ وْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ یٰسین اس حدیث کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ مرنے والے کے پاس اس کی حیات میں پڑھی جائے'

اور دوسرا یہ کہ اس کی قبر پر پڑھی جائے اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ مَّعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ یٰسٓ اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ فَاقْرَءُ وْھَا عِنْدَ مَوْتَاکُمْ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، کنز العمال، جلد اوّل، ص ۱۴۴)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورۂ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے سب گزشتہ گناہ معاف کردے، تو تم اسے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۶۰۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

(فَاقْرَءُ وْھَا عِنْدَ مَوْتَاکُمْ) اَیْ مُشْرِفِی الْمَوْتِ اَوْ عِنْدَ قُبُوْرِ اَمْوَاتِکُمْ فَاِنَّھُمْ اَحْوَجُ اِلَی الْمَغْفِرَۃِ۔

یعنی موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو قریب المرگ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مردوں کی قبور کے پاس سورۂ یٰسین پڑھو اس لیے کہ وہ لوگ ہی مغفرت کے زیادہ تر محتاج ہیں۔

دوسرا طریقہ:

میت کو چومنا اور بوسہ دینا

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ الصِّدِّیْقَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بِنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَیِّتٌ وَهُوَ یَبْکِیْ حَتّٰی سَالَ دُمُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی وَجْهِ عُثْمَانَ (رواہ ابو داؤد والترمذی و ابن ماجه و رواہ ابو داؤد ص ۲۰۱ الطیاسی الی قوله وھو میت)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسہ دیا، جبکہ وہ مردہ تھے اور نبی ﷺ رو رہے تھے، یہاں تک کہ حضور کے آنسو حضرت عثمان کے چہرہ پر بہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی فَرَسِهٖ مِنْ مَّسْکَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰی نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ یُکَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَتَیَمَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّی بِبُرْدٍ حِبْرَةٍ فَکَشَفَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ اَکَبَّ عَلَیْهِ فَقَبَّلَهٗ فَبَکٰی الْحَدِیْثِ. (رواہ البخاری و روی الترمذی و ابن ماجه و ابو داؤد الطیاسی، ص ۲۳۷)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر اپنے مکان سے جو سنح میں واقع تھا، آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے، مسجد میں داخل ہوئے تو کسی سے کلام نہ کیا،

یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لائے، تو حضور اقدس ﷺ کا قصد فرمایا، اور آپ بردیمانی اوڑھا دیئے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا چہرہ مبارک کھولا، اور آپ کی طرف جھکے، پس آپ کو بوسہ دیا اور روئے۔

مثله مختصرا ولفظ ابی داود فقبّل جبهته وَعنها انّ اَبابکرٍ قبّلَ بَین عَینی النَّبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَیِّتٌ. (رواه النسائی فی باب تقبیل المیت، جلد ۱، ص ۲۰۳ و این یقبل منه)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، اس حال میں کہ آپ وصال فرما چکے تھے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۴، ص ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

فِیهِ جَوَازُ تَقبِیلِ المَیِّتِ بِفِعلِ اَبِی بَکرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهُ وَکَانَ اَبَابَکرٍ فِی تَقبِیلِهِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ لَم یَفعَلهُ اِلَّا قُدوَةً بِهٖ عَلَیهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِمَا رَوَی التِّرمِذِیُّ مُصَحِّحًا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی عُثمَانَ بنِ مَظعُونٍ وَهُوَ مَیِّتٌ فَاَکَبَّ عَلَیهِ وَقَبَّلَهٗ ثُمَّ بَکٰی حَتّٰی رَاَیتُ الدُّمُوعَ تَسِیلُ عَلٰی وَجنَتَیهِ

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ بوجہ فعل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہیں کیا مگر حضور اقدس ﷺ ہی کی اقتداء سے جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا، اور اس حدیث کو صحیح بتایا کہ حضور اقدس ﷺ حضرت عثمان بن

مظعون کے پاس ان کے انتقال کے بعد تشریف لے گئے' اور ان پر جھکے اور بوسہ دیا' (حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں) یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے آنسو دونوں رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کہتا ہے شاید مسلمانوں میں بوسہ قبر کا رواج اسی حدیث کی بنا پر ہوا ہو کہ زائر کی خواہش دلی تو یہ ہوتی ہے کہ صاحب مزار کو بوسہ دے' لیکن جب وہ متعذر (مشکل) ہے تو اوپر ہی سے بوسہ دے لینا کافی خیال کرتا ہے اور جس طرح قبر کی مٹی مردے کے دیکھنے اور زائر کا کلام سننے میں حارج نہیں' اسی طرح بوسہ دینے میں بھی مانع نہیں' اس لیے کہ قبر کی مٹی ان لوگوں کے لیے بمنزلہ شیشہ کے ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم' جلد ۱۰' ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ رَجَبٍ اَنْبَانِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ اَحْمَدَ الْبُغْدَادِیُّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ قُسْطُنْطِیْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّوْمِیُّ سَمِعْتُ اَسَدَبْنَ مُوْسٰی یَقُوْلُ کَانَ لِیْ صَدِیْقٌ فَمَاتَ فَرَاَیْتُهٗ فِیْ الْمَنَامِ وَهُوَ یَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ جِئْتَ اِلٰی قَبْرِ فُلَانٍ صَدِیْقِکَ قَرَاْتَ عِنْدَهٗ وَتَرَحَّمْتَ عَلَیْهِ وَاَنَا مَاجِئْتَ اِلَیَّ وَلَا قَرَّبْتَنِیْ قُلْتُ لَهٗ وَمَا یُدْرِیْکَ قَالَ لَمَّا جِئْتَ اِلٰی قَبْرِ صَدِیْقِکَ فُلَانٍ رَاَیْتُکَ قُلْتُ کَیْفَ رَاَیْتَنِیْ وَالتُّرَابُ عَلَیْکَ قَالَ مَارَاَیْتَ الْمَاءَ اِذَا کَانَ فِی الزُّجَاجِ مَا یَتَبَیَّنُ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَکَذٰلِکَ نَحْنُ نَرٰی مَنْ یَّزُوْرُنَا۔

یعنی حافظ ابن رجب اپنی سند کے ساتھ اسد بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے تھے کہ میرے ایک دوست کا انتقال ہوگیا' اس کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے' سبحان اللہ! تم فلاں دوست کی قبر کے پاس اس کی زیارت کو آئے' اور قرآن

شریف پڑھا' اور رحمت کی دعا کی' اور نہ میرے پاس آئے اور نہ نزدیک ہوئے' میں نے ان سے پوچھا: تمہیں کیا معلوم؟ اس نے کہا کہ جب اپنے فلاں دوست کے پاس آئے تو میں نے تم کو دیکھا۔ میں نے کہا' تم نے مجھ کو کیسے دیکھا؟ تم پر تو مٹی کا انبار تھا' کہا' کہ تم نے نہیں دیکھا' پانی جب شیشہ میں ہوتا ہے' کیا نہیں ظاہر ہوتا؟ میں نے کہا' کیوں نہیں؟ کہا' کہ اسی طرح ہم اس کو دیکھتے ہیں جو ہماری زیارت کو آئے۔

اس بوسہ قبر کی مثال ویسی ہی ہے کہ عام طور پر مسلمان قرآن شریف کو غلاف و جزودان کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں' یہ بوسہ غلاف و جزودان کے کپڑے کو کوئی نہیں سمجھتا' بلکہ قرآن شریف کو بوسہ دینا سمجھا جاتا ہے' اسی طرح قبر کے اوپر بوسہ اس بزرگ کو بوسہ دینا خیال کیا جائے وَلِنِعْمَ مَنْ قَالَ۔

اگر بوسہ بر قبر مرداں زنی   بمردی کہ پیش آیدت روشنی

علاوہ ازیں افعال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی بوسہ قبر کی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔ ابن عساکر بسند جید ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

لَمَّا رَحَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ فَتْحِ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَصَارَ اِلٰی جَابِیَةِ سَاَلَهٗ بِلَالٌ اَنْ یُقِرَّهٗ بِالشَّامِ فَفَعَلَ وَذَکَرَ قِصَّةَ نُزُوْلِهٖ بِدَارِیَا قَالَ ثُمَّ اِنَّ بِلَالًا رَاٰیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ مَاهٰذِهِ الْجَفْوَةُ یَا بِلَالُ اَمَاآنَّ لَکَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ یَا بِلَالُ فَانْتَبَهَ حَزِیْنًا وَجِلًا خَائِفًا فَرَکِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِیْنَةَ وَاَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَهٗ وَیُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَیْهِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَجَعَلَ یَضُمُّهُمَا وَیُقَبِّلُهُمَا. الخ

یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے اور جابیہ پہنچے تو حضرت بلال نے کہا کہ ان کو شام میں مقرر کریں، تو امیر المومنین نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد راوی نے ان کے وہاں پہنچنے اور داریا میں اترنے کا واقعہ بیان کیا، اور کہا، کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا، کہ فرماتے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا ظلم ہے؟ کیا تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے؟ اس خواب کو دیکھ کر بہت پریشان، خوفزدہ بیدار ہوئے، اور راحلہ پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ جب مدینہ پہنچے تو روضہ مطہرہ پر حاضر ہوئے، قبر شریف کے پاس پہنچ کر رونے اور اپنا چہرہ قبر پر ملنے لگے، اتنے میں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے، پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے۔

(وفا الوفاء، باخبار دار المصطفیٰ جلد ۲، ص ۴۰۸)

اگر بوسہ قبر مطلقاً ناجائز ہوتا تو حضرت بلال کے "یمرغ وجھہ علیہ" کے کیا معنی ہوں گے؟ کہ یہ تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے، اسی میں ہے:

قَالَ الْعِزُّ فِیْ کِتَابِ الْعِلَلِ وَالسُّوْالَاتِ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ عَنْ اَبِیْہِ رِوَایَۃَ عَلِیِّ بْنِ الصُّوْفِ عَنْہُ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ سَأَلْتُ اَبِیْ عَنِ الرَّجُلِ یَمَسُّ مِنْبَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَتَبَرَّکُ بِمَسِّہٖ وَیُقَبِّلُہٗ وَیَفْعَلُ بِالْقَبْرِ مِثْلَ ذٰلِکَ رَجَاءَ ثَوَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ لَابَأْسَ بِہٖ.

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا، اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے منبر کو مس کرتا اور اس کو بوسہ دیتا

ہے' اور قبر مبارک کے ساتھ بھی یہی کرتا یعنی بوسہ دیتا اور مس کرتا اور اسی میں خداوند عالم سے ثواب کی امید رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں ہرج نہیں۔

وفاء الوفاء' جلد ۲' ص ۴۴۳ میں ہے۔ ابوالحسین یحییٰ بن حسین اخبار مدینہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَقْبَلَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ فَاِذَا رَجُلٌ مُلْتَزِمُ الْقَبْرِ فَاَخَذَ مَرْوَانُ بِرَقْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَقَالَ نَعَمْ اِنِّیْ لَمْ آتِ الْحَجَرَ وَ لَمْ آتِ اللَّبِنَ اِنَّمَا جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰکِنْ اَبْکُوْا عَلَیْهِ اِذَا وَلِیَهٗ غَیْرُ اَهْلِهٖ قَالَ الْمُطَّلِبُ وَذٰلِکَ الرَّجُلُ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ۔

یعنی مروان بن الحکم روضہ اقدس پر حاضر ہوا' دیکھا کہ ایک شخص قبر مبارک کو لپٹا ہوا ہے' مروان نے اس کی گردن پکڑی اور پوچھا' تم جانتے ہو کہ کیا کر رہے ہو؟ وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوئے' اور فرمایا: کہ ہاں! میں پتھر کے پاس نہیں آیا' اور نہ اینٹ کے پاس آیا ہوں' میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں' مت روؤ دین پر جب اہل اس کے والی ہوں' البتہ! اس وقت روؤ جب نااہل والی ہوں' مطلب بن عبداللہ خطب راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص جو قبر مبارک کو لپٹے ہوئے تھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

وفاء الوفاء' جلد ۲' ص ۴۴۳ میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے:

لَمَّا رُمِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَوَقَفَتْ عَلٰی قَبْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَتْ

قُبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ وَوَضَعَتْ عَلٰى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَانْشَأَتْ تَقُوْلُ.

یعنی جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہوئیں، قبر مبارک کے پاس کھڑی ہوئیں اور تھوڑی سی خاک پاک قبر مبارک صاحب لولاک ﷺ کی لے کر اپنی آنکھوں سے لگائی، اور روئیں، اور یہ دو شعر پڑھے۔

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَد
اَنْ لَّا يَشُمُّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَىَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

جس شخص نے روضہ اقدس کی خاک پاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا ہو اگر زمانہ تک کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کوئی مضائقہ نہیں مجھ پر ایسی مصیبتیں گریں کہ اگر دنوں پر وہ مصیبتیں پڑتیں تو مارے غم کے دن رات ہو جاتے۔

وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۴۴۴ ہی میں ہے:

وَذَكَرَ الْخَطِيْبُ ابْنُ حَمْلَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ وَاَنَّ بِلَالًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَضَعَ خَدَّيْهِ عَلَيْهِ. اَيْضًا

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنا دایاں ہاتھ قبر شریف پر رکھتے تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے دونوں رخساروں کو بھی قبر مبارک پر رکھا۔

وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۴۴۴ ہی میں ہے:

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اِسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ مَّشْرُوْعِيَةِ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ جَوَازَ تَقْبِيْلِ كُلِّ مَنْ يَّسْتَحِقُّ التَّعْظِيْمَ مِنْ آدَمِيٍّ وَغَيْرِهٖ فَاَمَّا تَقْبِيْلُ يَدِ آدَمِيٍّ فَسَبَقَ فِي الْاَدَبِ وَاَمَّا غَيْرُهٗ فَنُقِلَ عَنْ اَحْمَدَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ تَقْبِيْلِ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِهٖ فَلَمْ يَرَبِهٖ بَأْسًا وَاَسْتَبْعَدَ بَعْضُ اَتْبَاعِهٖ صِحَّتَهٗ عَنْهُ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ اَبِی الصَّيْفِ الْيَمَانِی اَحَدِ عُلَمَاءِ مَكَّةَ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ جَوَازُ تَقْبِيْلِ الصُّحُفِ وَاَجْزَاءِ الْحَدِيْثِ وَقُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ وَاَنْشَدَ.

یعنی حافظ ابن حجر نے تقبیل حجر اسود کے مشروع ہونے سے ہر اس چیز کے بوسہ کا جواز ثابت کیا ہے جو مستحق تعظیم ہے، خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی، لیکن آدمی کے ہاتھ چومنا، ادب میں گزرا، لیکن غیر انسان کا بوسہ تو امام احمد سے منقول ہے، کہ ان سے منبر نبوی و قبر مبارک کے بوسہ سے سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا: کہ مضائقہ نہیں، مگر بعض اتباع امام احمد نے اس کا انکار کیا، ابن ابی الصیف یمانی شافعی عالم سے منقول ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا چومنا، اجزائے حدیث کا چومنا، اور صالحین کی قبر کا بوسہ جائز رکھا، اور طیب ناشری نے محب طبری سے نقل کیا، کہ قبر کو بوسہ دینا، اور اس کو چھونا، جائز ہے۔ اور کہا کہ اسی پر علماء صالحین کا عمل ہے اور یہ شعر پڑھا ۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ

وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

میں گزرتا ہوں گھروں پر یعنی لیلیٰ کے گھروں پر تو بوسہ دیتا ہوں اس دیوار کو اور اس دیوار کو

اور ان گھروں کی محبت میرے دل میں نہیں کھبی، لیکن اس کی محبت جو ان گھروں میں رہتا ہے

وَلِنِعْمَ مَنْ قَالَ

چوں بگزری اے باد بصحرائے مدینہ

یاد آر ازیں عاشق شیدائے مدینہ

کن عرض سلام بہ نیاز یکہ تو داری

بر کوچہ و بازار و مکانھائے مدینہ

علامہ عینی شرح بخاری، جلد ۴، ص ۶۰۷ میں فرماتے ہیں:

وَاَمَّا تَقْبِیْلُ الْاَمَاکِنِ الشَّرِیْفَۃِ عَلٰی قَصْدِ التَّبَرُّکِ وَکَذَالِکَ تَقْبِیْلُ اَیْدِی الصَّالِحِیْنَ وَاَرْجُلِھِمْ فَھُوَ حَسَنٌ مَّحْمُوْدٌ بِاعْتِبَارِ الْقَصْدِ وَالنِّیَۃِ وَقَدْسَاَلَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ الْحَسَنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنْ یَّکْشِفَ لَہُ الْمَکَانَ الَّذِیْ قَبَّلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ سُرَّتُہٗ فَقَبَّلَہٗ تَبَرُّکًا بِاٰثَارِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ کَانَ ثَابِتُ الْبُنَانِیُّ لَایَدَعُ یَدَ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَتّٰی یُقَبِّلَھَا وَیَقُوْلُ یَدٌ مَسَّتْ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَیْضًا وَاَخْبَرَنِی الْحَافِظُ اَبُوْ سَعِیْدِ بْنُ الْعَلَائِیِّ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ کَلَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ فِیْ جُزْءٍ

قَدِيْمٍ عَلَيْهِ خَطُّ ابْنِ نَاصِرٍ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْحُفَّاظِ اِنَّ الْاِمَامَ اَحْمَدَ سُئِلَ عَنْ تَقْبِيْلِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقْبِيْلِ مِنْبَرِهٖ قَالَ لَابَاْسَ بِهٖ قَالَ فَارَيْنَاهُ لِلشَّيْخِ تَقِيِّ الدِّيْنِ ابْنِ تَيْمِيَةَ فَصَارَ يَتَعَجَّبُ مِنْ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُ عَجِبْتُ اَحْمَدَ عِنْدِيْ جَلِيْلٌ يَقُوْلُهٗ هٰذَا كَلَامُهٗ اَوْمَعْنٰى كَلَامِهٖ وَقَالَ وَاَيُّ عَجَبٍ فِيْ ذٰلِكَ وَقَدْ رَوَيْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ غَسَلَ قَمِيْصًا لِلشَّافِعِيِّ وَشَرِبَ الْمَاءَ الَّذِيْ غَسَلَهٗ بِهٖ وَاِذَا كَانَ هٰذَا تَعْظِيْمُهٗ لِاَهْلِ الْعِلْمِ فَكَيْفَ بِمَقَادِيْرِ الصَّحَابَةِ وَكَيْفَ بِاٰثَارِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

یعنی ہمارے شیخ زین الدین نے فرمایا کہ متبرک مقامات کا بقصد تبرک بوسہ دینا اور اسی طرح بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو چومنا بہتر اور پسندیدہ ہے باعتبار قصد اور نیت کے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اس جگہ کو کھولیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا اور وہ جگہ ناف ہے۔ پس حضرت ابوہریرہ نے اس جگہ کو حضور اقدس ﷺ کے آثار اور ذریت کے ساتھ برکت لینے کے لیے بوسہ دیا اور ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اس پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مس کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے حافظ ابوسعید ابن علائی نے خبر دی کہ میں نے امام احمد ابن حنبل کا کلام ایک پرانے جزو میں دیکھا۔ جس پر علامہ ابن ناصر وغیرہ حفاظ کی تحریر ہے کہ امام احمد بن حنبل سے کسی نے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک اور منبر شریف کو بوسہ دینے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں ہرج نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کو دکھایا تو وہ تعجب کرنے لگے' اور کہتے کہ تعجب ہے' امام احمد بن حنبل میرے نزدیک بزرگ ہیں' وہ ایسی بات کہتے ہیں' یہ کہا' یا اس کی مثل کہا' میرے شیخ نے فرمایا: کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے' ہمیں امام احمد بن حنبل سے روایت پہنچی ہے' کہ انہوں نے امام شافعی کا کرتہ دھویا' اور اس کا غسالہ پیا' تو جب وہ اہل علم کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں تو صحابہ کی تعظیم کی قدر کون بتا سکتا ہے؟ پھر آثار انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم کا کیا کہنا؟

تیسرا طریقہ:

کسی بزرگ کے پہنے ہوئے متبرک کپڑے میں کفن دینا ہے

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ اِبْنَتُهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا وَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ اَعْطَانَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ تَعْنِيْ اِزَارَهٗ. (رواہ البخاری ج ۱ ص ۱۳۹ و مسلم و ابو داؤد و الترمذی و النسائی)

یعنی حضرت اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ جس وقت حضورﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا' تو آپ تشریف لائے اور فرمایا: کہ خالص پانی یا بیر کے پتے' جوش دیئے ہوئے پانی سے' تین یا پانچ مرتبہ غسل دو' اور اگر ضرورت دیکھو! تو اس سے زیادہ اور آخر میں کافور لگاؤ' اور جب غسل دینے سے فارغ ہو تو مجھ کو خبر دو' وہ کہتی ہیں کہ جب ہم لوگ غسل دے کر

فارغ ہوئے، تو حضور ﷺ کو خبر دی، حضور ﷺ نے اپنا تہ بند مبارک عنایت فرمایا کہ اسے بدن سے متصل رکھو۔

علامہ عینی شرح بخاری، جلد۴، ص ۴۶ میں فرماتے ہیں:

وَالْحِکْمَۃُ فِیْہِ التَّبَرُّکُ بِاٰثَارِہِ الشَّرِیْفَۃِ وَاِنَّمَا اَخَّرَہٗ اِلٰی فَرَاغِھِنَّ مِنَ الْغُسْلِ وَلَمْ یُنَاوِلْھُنَّ اِیَّاہُ اَوَّلًا لِیَکُوْنَ قَرِیْبُ الْعَھْدِ مِنْ جَسَدِہِ الشَّرِیْفَ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَ اِنْتِقَالِہٖ مِنْ جَسَدِہٖ اِلٰی جَسَدِھَا فَاصِلٌ وَھُوَ اَصْلٌ فِی التَّبَرُّکِ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْنَ.

یعنی اس میں مصلحت برکت حاصل کرنا حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ کے ساتھ ہے، اور حضور ﷺ نے ان عورتوں کے غسل سے فارغ ہونے تک اس کو مؤخر کیا اور پہلے ہی سے عطا نہ فرما دیا تاکہ قریب العہد آپ کے جسد مبارک سے ہو یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جسد مبارک سے اترنے اور حضرت کی صاحبزادی کے پہننے میں کوئی فاصل نہ رہے، اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری، جلد۲، ص ۲۱۵ میں فرماتے ہیں:

اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِکَ لِیَنَالَھَا بَرَکَۃُ ثَوْبِہٖ.

اور حضور اقدس ﷺ نے یہ اسی لیے کیا، تاکہ آپ کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں پہنچیں۔

امام نووی شرح مسلم، جلد۱، ص ۳۰۵ میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

وَالْحِکْمَۃُ فِیْ اَشْعَارِھَا بِہٖ بِتَبَرُّکِھَا بِہٖ فَفِیْہِ التَّبَرُّکُ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْنَ وَلِبَاسِھِمْ.

یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تہ بند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس کے سبب برکت دینا ہے۔ تو اس حدیث میں آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت لینے کی دلیل ہے۔

بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۱۴۱، میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں ایک عورت کے چادر نذر دینے اور حضور اقدس ﷺ کے زیب تن فرمانے، پھر ایک صحابی کے مانگنے، قوم کے اعتراض کا ذکر ہے، اس کے بعد ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جواب مذکور ہے:

قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَاسَاَلْتُہٗ لِاَلْبَسَہٗ اِنَّمَا سَاَلَہٗ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ قَالَ سَھْلٌ فَکَانَتْ کَفَنَہٗ.

یعنی سائل نے کہا، کہ بخدا! میں نے زندگی میں پہننے کے لیے اسے نہیں مانگا، بلکہ اس لیے کہ یہ متبرک کپڑا، حضور ﷺ کا پہنا ہوا کپڑا میرا کفن ہو۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ واقعی وہ چادر ان کے کفن میں دی گئی۔

علامہ عینی، جلد ۴، ص ۱۷۰ میں اس کی شرح میں اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَفِیْہِ التَّبَرُّکُ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْنَ وَفِیْہِ بَرَکَۃُ مَالَبِسَہٗ مِمَّا یَلِیْ جَسَدَہٗ.

یعنی اس حدیث میں برکت لینا ہے آثار صالحین کے ساتھ، اور نیز اس حدیث میں اس کپڑے کا متبرک ہونا ہے جو حضور ﷺ کے جسد مبارک سے نزدیک ہوا ہے۔

وَرَوٰی ابْنُ عَبْدِالْبِرِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَۃُ اُمُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَلْبَسَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَہٗ وَاضْطَجَعَ

مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا فَقَالُوْا مَارَأَیْنَاکَ صَنَعْتَ مَا صَنَعْتَ بِهٰذِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ بَعْدَ اَبِیْ طَالِبٍ اَبَرَّلِیْ مِنْهَا اِنَّمَا اَلْبَسْتُهَا قَمِیْصِیْ لِتُکْسِیَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا لِیُهَوِّنَ عَلَیْهَا (وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۸۸)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا قمیص مبارک ان کو پہنایا اور ان کے ساتھ قبر میں لیٹے، تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ ﷺ! حضور نے آج وہ بات کی جو کبھی نہیں کی تھی، ارشاد ہوا کہ ابوطالب کے بعد میرے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے والا ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، میں نے ان کو اپنا کرتہ اس لیے پہنایا کہ یہ جنت کا لباس پہنیں، اور میں ان کے ساتھ اس لیے لیٹا کہ ضغطہ قبر آسان ہو۔

دوسری روایت میں ہے:

ثُمَّ نَزَعَ قَمِیْصَهٗ فَاَمَرَ اَنْ تُکَفَّنَ فِیْهِ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهَا عِنْدَ قَبْرِهَا فَکَبَّرَ تِسْعًا وَّقَالَ مَا اُعْفِیَ اَحَدٌ مِّنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ اِلَّا فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْقَاسِمُ قَالَ وَلَا اِبْرَاهِیْمُ وَکَانَ اِبْرَاهِیْمُ اَصْغَرُهُمَا (وفا الوفاء ج ۲ ص ۸۸)

یعنی حضور علیہ السلام ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر حکم دیا کہ اس میں انہیں کفناؤ، پھر ان کی قبر کے پاس ان کے جنازہ کی نماز پڑھی، اور اس میں نو تکبیر فرمائی، اور ارشاد ہوا کہ ضغطہ قبر سے کوئی نہیں بچا سوائے فاطمہ بنت اسد کے، صحابہ نے عرض کیا: کہ یارسول اللہ! حضور کے صاحبزادے حضرت قاسم ارشاد ہوا ابراہیم بھی نہیں، اور یہ حضرت قاسم سے چھوٹے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب، جلد اوّل، ص ۲۶۲ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت علالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَاَفَاقَ مُعَاوِیَۃُ قَالَ یَابُنَیَّ اِنِّیْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَتِہٖ فَاتَّبَعْتُہٗ بِاِدَاوَۃٍ فَکَسَانِیْ اَحَدَ ثَوْبَیْہِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی جَسَدِہٖ فَخَبَاْتُہٗ لِھٰذَا الْیَوْمِ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَظْفَارِہٖ وَشَعْرِہٖ ذَاتَ یَوْمٍ فَاَخَذْتُہٗ وَخَبَاْتُہٗ لِھٰذَا الْیَوْمِ فَاِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْعَلْ ذٰلِکَ الْقَمِیْصَ دُوْنَ کَفَنِیْ مِمَّا یَلِیْ جِلْدِیْ وَخُذْ ذٰلِکَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْہُ فِیْ فَمِیْ وَعَلٰی عَیْنَیَّ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّیْ فَاِنْ نَّفَعَ شَیْئٌ فَذَاکَ وَاِلَّا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

پس افاقہ پایا حضرت امیر معاویہ نے، تو کہا، اے میرے بیٹے! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا، پس حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، تو میں حضور ﷺ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر چلا، حضور اقدس ﷺ خوش ہوئے، تو مجھ کو اپنے دو کپڑوں میں سے جو بدن مبارک پر تھا، ایک عطا فرمایا: تو اس کو میں نے آج کے دن کے لیے چھپا کر رکھا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ناخن مبارک اور موئے مبارک ترشوائے تو اس کو بھی میں نے لے لیا، اور آج کے دن کے لیے چھپا رکھے ہیں، تو میں جب مر جاؤں تو اس قمیص کو میرے کفن کے نیچے بدن سے متصل رکھنا، اور ناخن اور موئے مبارک کو میرے منہ اور میری آنکھوں اور سجدہ کی جگہوں پر رکھنا، تو اگر کوئی چیز نفع بخش ہوگی تو یہ ہوگی، نہیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر، جلد ۴، ص ۷۰۹ میں آیۂ کریمہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (الایہ) کے شانِ نزول میں تحریر فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ لَمَّا اشْتَکٰی عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ اُبَیِّ ابْنُ سَلُوْلٍ عَادَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَلَبَ مِنْہُ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْہِ اِذَا مَاتَ وَیَقُوْمُ عَلٰی قَبْرِہٖ ثُمَّ اَنَّہٗ اَرْسَلَ اِلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَطْلُبُ مِنْہُ قَمِیْصَہٗ لِیُکَفِّنَ فِیْہِ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ الْقَمِیْصَ الْفَوْقَانِیَ فَرَدَّہٗ وَطَلَبَ الَّذِیْ یَلِیْ جِلْدَہٗ لِیُکَفِّنَ فِیْہِ.

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی' ابن سلول بیمار پڑا' رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے' اس نے حضور ﷺ سے خواہش ظاہر کی کہ جب وہ مرجائے تو حضور ﷺ اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں اور اس کی قبر پر ٹھہریں' پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قمیص کے لیے آدمی بھیجا تا کہ اسی قمیص میں کفنایا جائے' رسول اللہ ﷺ نے اوپر والی قمیص بھیج دی' اس نے واپس کردی اور جو قمیص مبارک جسم اقدس سے متصل ہے کفن کے لیے اسے طلب کیا۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری' جلد ۴' ص ۶۰' لَمَّا تُوُفِّی کے تحت میں عبداللہ بن ابی کے شوال میں بیمار ہونے' بیس دن بیمار رہنے' ذیعقدہ ۹ھ میں اس کے مرنے کے ضمن' حضور ﷺ کا عیادت کے لیے تشریف لے جانا' اور اس کو نصیحت کرنے کے واقعہ کو بیان کرکے تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ ھٰذَا بِحِیْنِ عِتَابٍ ھُوَ الْمَوْتُ فَاِنْ مُتُّ فَاحْضُرْ غُسْلِیْ وَاَعْطِنِیْ قَمِیْصَکَ الَّذِیْ یَلِیْ جَسَدَکَ فَکَفِّنِّیْ فِیْہِ وَصَلِّ عَلَیَّ وَاسْتَغْفِرْلِیْ فَفَعَلَ ذٰلِکَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ وَقَالَ الْحَاكِمُ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَانِ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ وَاَعْطِنِیْ قَمِیْصَکَ الَّذِیْ یَلِیْ جَسَدَکَ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهُ.

یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ وقت مرنے کا ہے، عتاب کا وقت نہیں، جب میں مرجاؤں تو حضور میرے غسل کے وقت تشریف لائیں، اور مجھ کو اپنی قمیص مبارک جو جسد اطہر سے متصل ہے عنایت فرمائیں، اور اسی میں مجھے کفنائیں، اور میری جنازہ کی نماز پڑھیں، اور میری مغفرت کی دعا کریں، تو حضور ﷺ نے ایسا کیا۔ حاکم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت دو قمیص پہنے ہوئے تھے، تو عبداللہ نے کہا کہ مجھے وہ قمیص مبارک عطا فرمائیں جو جسم شریف سے متصل ہے۔

مقام غور ہے کہ عبداللہ بن ابی جیسا منافق اور نہ صرف منافق بلکہ رئیس المنافقین حضور اقدس ﷺ کے قمیص مبارک سے برکت چاہتا ہے، اس میں کفنائے جانے کی آرزو کرتا، اس کو بعد موت وسیلہ اجر و مغفرت بناتا ہے، حسرت و افسوس! اس نام نہاد مسلمان پر ہے جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی وقعت و عظمت اور ان کے لباس مبارک و آثار شریفہ کی اہمیت و عزت اس منافق کے دل کے اتنی بھی نہ ہو۔

شرم دارد کفر از اسلام او

یہ مانا کہ اس کا قمیص مبارک کفن کے لیے طلب کرنا حضور اقدس ﷺ کا عطا فرمانا، اس میں کفنایا جانا، اس کی نجات کا باعث نہ ہوا، خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ قَمِیْصِیْ لَا یُغْنِیْ عَنْهُ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا مگر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اس کا یہ عقیدہ اور قمیص مبارک طلب کرنا، حضور کا قمیص مبارک پہنانا، بالکل بے اثر رہا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، اس کی

برکت سے اس کی قوم سے ہزار آدمی کامل الایمان ہو گئے۔

تفسیر کبیر، جلد ۴، ص ۷۰۹ میں ہے:

وَكَانَ الْمُنَافِقُوْنَ لَا يُفَارِقُوْنَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ فَلَمَّا رَاَوْهُ يَطْلُبُ هٰذَا الْقَمِيْصَ وَيَرْجُوْا اَنْ يَّنْفَعَهٗ اَسْلَمَ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ اَلْفٌ.

یعنی منافقین کبھی عبداللہ بن ابی کو نہیں چھوڑتے تھے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ قمیص مبارک طلب کرتا ہے، اس کے نفع کا امیدوار ہے، تو ان لوگوں سے ہزار آدمی اس دن مسلمان ہو گئے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعتہ اللمعات، شرح مشکوٰۃ فارسی، جلد ۱، ص ۷۱۶ میں تحت حدیث ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں:

دریںجا استحباب تبرک ست بلباس صالحین وآثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانکہ قبل موت۔ نیز ہمچنیں بودہ لمعات میں فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصْلٌ فِي التَّبَرُّكِ بِاٰثَارِ الصَّالِحِيْنَ وَلِبَاسِهِمْ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُ مُرِيْدِي الْمَشَائِخِ مِنْ لُبْسِ اَقْمِصَتِهِمْ فِي الْقَبْرِ.

یعنی یہ حدیث آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کی اصل ہے، جس طرح بعض مریدین مشائخ کی قمیصوں کو پہنا کر دفن کیے جاتے ہیں۔

شیخ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان، جلد ۲، ص ۵۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ فِي الْاَسْرَارِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لَوْ وَضَعَ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْعَصَاهُ اَوْسُوْطَهٗ عَلٰى قَبْرِ عَاصٍ لَنَجَا ذٰلِكَ الْعَاصِيْ بِبَرَكَاتِ تِلْكَ الذَّخِيْرَةِ مِنَ الْعَذَابِ وَاِنْ كَانَ فِيْ دَارِ اِنْسَانٍ اَوْبَلْدَةٍ لَا يُصِيْبُ سُكَّانَهَا بَلَاءٌ بِبَرَكَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَشْعُرُوْا بِهٖ وَ هٰذَا

الْقَبِيْلِ مَاءُ زَمْزَمَ وَالْكَفَنُ الْمَبْلُوْلُ بِهٖ وَبِطَانَةُ اِسْتَارِ الْكَعْبَةِ وَالتَّكَفُّنُ بِهَا وَكِتَابَةُ الْقُرْآنِ عَلَى الْقَرْطِيْسِ وَالْوَضْعُ فِيْ اَيْدِيْ الْمَوْتٰى.

یعنی اسرار محمدیہ میں ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک یا عصا شریف یا حضور کا کوڑا، کسی گنہگار کی قبر پر رکھا جائے، تو ان تبرکات کی برکت سے وہ عاصی عذاب سے نجات پائے، اور اگر کسی آدمی کے گھر یا کسی شہر میں ہو، تو وہاں کے رہنے والوں کو اس کی برکت سے کوئی مصیبت نہ پہنچے گی، اگرچہ وہ اس کو نہ سمجھیں، اور اسی قسم سے آب زمزم اور اس میں تر کیا ہوا کفن ہے، اور خانہ کعبہ کا غلاف شریف اور اس میں کفن دینا ہے، اور قرآن شریف کو کاغذ پر لکھنا اور اس کو مردہ کے ہاتھوں پر دینا ہے۔

چوتھا طریقہ:

میت کے کفن پر کوئی آیت یا کلمہ طیبہ یا عہد نامہ یا کوئی دعا لکھنا

مصنف عبد الرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی پھر حلیہ ابو نعیم میں ہے:

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ اَمَرَتْ عَلِيًّا فَوَضَعَ لَهَا غُسْلًا فَاغْتَسَلَتْ وَتَطَهَّرَتْ وَدَعَتْ بِثِيَابِ اَكْفَانِهَا فَلَبِسَتْهَا وَمَسَّتْ مِنَ الْحُنُوْطِ ثُمَّ اَمَرَتْ عَلِيًّا اَنْ لَّا تُكْشَفَ اِذَا هِيَ قُبِضَتْ وَاَنْ تُدْرَجَ كَمَا هِيَ فِيْ اَكْفَانِهَا فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ عَلِمْتَ اَحَدًا فَفَعَلَ نَحْوَ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ وَكَتَبَ فِيْ اَطْرَافِ اَكْفَانِهٖ يَشْهَدُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

یعنی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا وقت ہوا، تو حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا' کہ ان کے نہانے کے لیے پانی رکھیں' پس نہائیں' اور کفن منگوا کر پہنا اور حنوط لگایا' پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کہا' کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن کر دی جائیں' میں نے پوچھا' کہ اور کسی نے بھی ایسا کیا' کہا ہاں! کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا' کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔

امام ترمذی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَهُ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَكَفَنِهٖ فِيْ رُقْعَةٍ لَمْ يَنَلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَ لَا يَرٰى مُنْكَرًا وَنَكِيْرًا وَهُوَ هٰذَا جو شخص یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھے اسے عذاب قبر نہ ہو اور نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

یہی حکیم ترمذی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ السُّوْءِ تُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ لِيْ عَهْدًا عِنْدَكَ تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ فرشتہ اسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لیے اٹھا رکھے جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کو قبر سے اٹھائے' فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے' اور ندا کی جائے' عہد والے کہاں ہیں؟ انہیں وہ عہد

نامہ دے دیا جائے، امام نے اسے روایت کر کے فرمایا:

وَعَنْ طَاؤسٍ اَنَّهٗ اَمَرَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَكُتِبَتْ فِيْ كَفْنِهٖ.

امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ بن عجیل نے اسی دعاء عہد نامہ کی نسبت فرمایا:

اِذَا كُتِبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وَجُعِلَ مَعَ الْمَيِّتِ فِيْ قَبْرِهٖ وَ قَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَ عَذَابَهٗ.

جب یہ دعا لکھ کر میت کی قبر میں رکھ دیں، تو اللہ تعالیٰ اسے سوال نکیرین و عذاب قبر سے امان دے دے گا۔

در مختار، ص ۱۲۶ میں ہے:

كُتِبَ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَوْ عَمَامَتِهٖ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدُ نَامَةٍ يُرْجٰى اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِلْمَيِّتِ اَوْصٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّكْتَبَ فِيْ جَبْهَتِهٖ وَصَدْرِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَفَعَلَ ثُمَّ رُئِىَ فِي الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ لَمَّا وُضِعْتُ فِي الْقَبْرِ جَاءَتْنِيْ مَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَءَوْا مَكْتُوْبًا عَلٰى جَبْهَتِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا اٰمَنْتَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ.

یعنی مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے، کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن لکھ دیں، لکھ دی گئی، پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا: جب میں قبر میں رکھا گیا، عذاب کے فرشتے آئے، جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن لکھا دیکھا، کہا، تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ كُتِبَ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ جَوَازُ الْكِتَابَةِ وَلَوْ بِالْقُرْاٰنِ وَلَمْ يَعْتَبِرُوْا كَوْنَ مَالِهٖ اِلَى التَّنْجِيْسِ بِمَا يَسِيْلُ مِنَ

الْمَيِّتِ.

یعنی مصنف کے اس قول کتب الخ۔ سے لکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے' اگرچہ قرآن شریف کی آیت ہی ہو'اور اس کے مال کا کوئی اعتبار نہ کیا گیا' کہ اس لکھے ہوئے کو مردہ کے بدن سے ریم یا خون بہہ کر نجس کر دے گا۔

اعلیٰ حضرت' امام اہل سنت' مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ بنام تاریخی اَلْحَرْفُ الْحَسَنِ فِی الْکِتَابَةِ عَلَی الْکَفَنِ تحریر فرمایا ہے۔ یہ روائتیں اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں' فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیثیں اور نصوص علماء کرام اس معمول بہ کی اصل ہیں کہ مریدوں کی قبر میں مشائخ کرام کا شجرہ رکھتے ہیں کہ اَلْاِسْمُ عَیْنُ الْمُسَمّٰی کَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِی کُتُبِ الْعَقَائِدِ اور ظاہر ہے کہ نام کا مسمی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے' اور نام کی مسمی پر دلالت تراشہ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے تو خالی اسماء ہی ایک ذریعہ تبرک و توسل ہوتے' نہ کہ اسامی سلاسل علیہ عالیہ' کہ اسناد اتصال بمحبوب ذی الجلال و بحضرت عزت و جلال ہیں' اور اللہ اور محبوب و اولیاء کے سلسلہ کرم و کرامت میں منسلک ہونے کی سند تو شجرہ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہیے۔

اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس میں بزرگان دین کے ناموں کی اہانت ہے' اس لیے کہ مردے کے بدن سے خون پیپ وغیرہ سے تلوث کا اندیشہ ہے' مگر اندیشہ و وہم موجب ممانعت نہیں' حدیث شریف میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے چوپاؤں پر باوجود احتمال تلوث حبیس فی سبیل اللہ لکھوایا تھا' علاوہ بریں تلوث بہ نجاست کا احتمال بھی مطرد نہیں' اس لیے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ دس شخصوں کے بدن قبر میں سلامت رہتے ہیں۔ انبیاء' اولیاء' علمائے دین' شہداء' حفاظ' موذن کہ للہ اذان کہا کرتا ہو' سرحد اسلام پر حفاظت بلاد اسلامیہ کے لیے قیام رکھنے والا' جو طاعون سے صابر و محتسب مرے' ذکر الٰہی بکثرت کرنے والا' بے گناہ بندہ' تو اگر وہ شخص جس کی قبر میں شجرہ رکھتے ہیں'

ان میں سے کوئی ایک ہے جب تو عدم تلوث ظاہر، ورنہ ممکن کہ شجرہ شریفہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ عزت اسے عنایت فرمائے' پھر بھی شجرہ کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں قبلہ کی طرف خواہ سرہانے طاق بنا کر رکھیں۔

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان ست لیکن ایں را دو طریق ست' اوّل اینکہ بر سینہ مردہ دروں کفن یا بالائے کفن گزارند وایں طریق را فقہا منع می کنند و می گویند کہ از بدن مردہ خون و ریم سیلان می کند و موجب سوئے ادب باسماء بزرگان می شود' وطریق دوم ایں ست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگزارند و دراں کاغذ شجرہ رانہند۔''

''قبر میں شجرہ شریف کا رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے' لیکن میت کے ساتھ قبر میں شجرہ رکھنا دو طریقوں پر ہے' اوّل' میت کے سینہ پر کفن کے اندر یا کفن کے اوپر رکھنا' اس طریقے سے شجرہ رکھنے کو فقہاء نے منع فرمایا ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ میت کے جسم سے خون یا ریم بہہ کر شجرہ کو آلودہ کردے گی اور بزرگوں کے ناموں کی بے ادبی ہوگی۔ (لہٰذا کفن کے اندر یا کفن کے اوپر شجرہ شریف کو رکھنا منع ہے) دوم' دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کی قبر کے اندر' سرہانے کی جانب طاقچہ رکھیں اور اس میں شجرہ کا کاغذ وغیرہ رکھیں تو یہ درست ہے۔''

پانچواں طریقہ:

جنازہ کو دیکھ کر تعریف کرنا اور میت کی خوبیوں کو بیان کرنا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَۃٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَاوَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًافَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ (رواہ البخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه و ابو داؤد الطیالسی، ص ۲۷۵)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ایک جنازہ لے کر لوگ گزرے، صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے، لوگوں نے برائی بیان کی، حضور نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، کیا واجب ہوگئی؟ ارشاد ہوا، پہلے جنازہ والے کی تم لوگوں نے تعریف کی، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے کی تم لوگوں نے برائی کی، تو اس کے لیے جہنم کی آگ واجب ہوگئی، تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

ونعم من قال ۔ بھلا کہے جسے خلقت اسے بھلا سمجھو زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

وَعَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاَثْنَوْا عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ بِالثَّالِثَةِ فَاَثْنٰى عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ فَقَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَ ثَلٰثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنْ وَّاحِدٍ (رواہ البخاری و النسائی)

ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں پہنچا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا' ایک جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی تعریف کی' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی برائی کی' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں' میں نے کہا' کیا واجب ہوگئی یا امیرالمومنین؟ فرمایا: میں وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ جس مسلمان کے لیے چار مسلمان اچھا ہونے کی گواہی دیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا' اور تین شخص' ارشاد ہوا' تین آدمی' پھر ہم لوگوں نے کہا' کہ اور دو آدمی' ارشاد ہوا' کہ اور دو آدمی' پھر ہم نے ایک آدمی کے بارے میں نہیں پوچھا۔

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَشْهَدُ لَهٗ ثَلَاثَةُ اَبْیَاتٍ مِنْ جِیْرَانِهِ الْاُدْنَیْنِ بِخَیْرٍ اِلَّاقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِیْ عَلٰی ماعلموا وغفرت لهم ما اعلم. (رواه الامام احمد دردی ابو یعلی و ابن حبان فی صحیحه و لفظهما اربعته اهل ابیات من جیرانه)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں' اور نبی ﷺ رب العزت جل جلالہ سے کہ جب کوئی مسلمان بندہ مرے' اور اس کے لیے تین قریب گھر والے پڑوسی بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندوں کی گواہی اس بارے میں جو ان کے علم میں ہے قبول کی' اور جو خطا وقصور اس کا میں جانتا ہوں اس کو بخش دیا۔ یعنی ابویعلی اور ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس میں تین گھر کی جگہ چار گھر کا لفظ ہے۔

چھٹا طریقہ:

نماز جنازہ اور کثرت مصلیان کا فائدہ

نماز جنازہ پڑھنا ہے اور تکثیر مصلیان مرغوب و مطلوب ہے اس لیے کہ ہر نمازی اس میت کا سفارشی ہے اور کثرت سفارش اہمیت کی دلیل ہے:

عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ مَاتَ لَہٗ اِبْنٌ بِقُدَیْدٍ اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ یَا کُرَیْبُ اُنْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَہٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ تَقُوْلُ ھُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْہُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَامِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ یَّمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِہٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا شَفَّعَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ. (رواہ الامام احمد و مسلم و ابو داؤد و ابن ماجۃ)

یعنی کریب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے کا انتقال قدید یا غسفان میں ہوا، تو آپ نے فرمایا: دیکھو! کتنے آدمی جمع ہوئے ہیں؟ کریب کہتے ہیں کہ میں نکلا دیکھا کہ لوگ جمع ہیں، میں نے ان کو خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا، کہ چالیس آدمی ہوں گے؟ کریب نے کہا، ہاں! ابن عباس نے کہا کہ اب میت کو باہر لاؤ، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو مرد مسلمان انتقال کرے اور اس کی جنازہ کی نماز ایسے چالیس آدمی پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرمائے گا۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَّیِّتٍ یُّصَلِّیْ عَلَیْہِ اُمَّۃٌ من الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَۃً کُلُّھُمْ

يَشْفَعُوْنَ اِلاَّ شَفَعُوْا فِيْهِ (رواه مسلم، ص ۳۰۸، والترمذی وقال حدیث حسن صحیح و رواه النسائی و لفظه مائة فما فوقها)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان میت کی نماز جنازہ ایک جماعت مسلمانوں کی پڑھے جس کی تعداد سو تک پہنچی ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں، تو ان لوگوں کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول ہوگی۔

یعنی نسائی کی روایت میں ہے کہ سو یا زیادہ آدمی اس کی سفارش کریں، تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

وَعَنْ مَّالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوْتُ فَيُصَلِّىْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلاَّ اَوْجَبَ قَالَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلُ الْجَنَازَةِ جَزَاهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ لِّلْحَدِيْثِ. (رواه ابو داؤد، جلد ۲، ص ۹۵، و رواه الترمذی و حسنه و صححه الحاکم و فی روایة له اِلاَّ غُفِرَلَهٗ)

یعنی جس مسلمان پر تین صف مسلمان نماز پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ مالک بن ہبیرہ کی عادت تھی کہ جب آدمی تھوڑے ہوتے تھے جب بھی اس حدیث کی وجہ سے ان کو تین صف کر دیتے تھے۔ یعنی حاکم کی ایک روایت میں اوجب کے بدلے غفرلہ ہے یعنی اللہ اس کی مغفرت کر دے گا۔

ساتواں طریقہ:

مقدس جگہ اور صالحین کے پڑوس میں دفن کرنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَرْسَلَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهٗ صَکَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّا یُرِیْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَیْنَهٗ فَقَالَ اِرْجِعْ فَقُلْ لَّهٗ یَضَعُ یَدَهٗ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِکُلِّ مَاغَطَّتْ یَدُهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ فَسَاَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یُّدْنِیَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّهٗ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطُّوْرِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ

(رواہ البخاری و مسلم والنسائی)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجے گئے' تو جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے' انہوں نے ایک طمانچہ مارا' جس سے ایک آنکھ جاتی رہی' پس خداوند عالم کے پاس واپس گئے اور کہا' کہ خداوندا! تو نے مجھ کو ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ ان کو واپس دی' اور فرمایا: کہ جاؤ اور موسیٰ سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھیں' تو ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں' ہر بال کے بدلے ایک سال عمران کو اور دی گئی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: موت' تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو ابھی' پھر اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھ کو بیت المقدس کے قریب کر دے' ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور تمہیں ان کی قبر دکھا دیتا' طور کے پاس سرخ ٹیلہ کے نزدیک۔

علامہ عینی شرح بخاری، جلد۴، ص ۱۶۵ میں فرماتے ہیں:

اَیْ سَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی الدُّنُوَّ مِنْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لِیُدْفَنَ فِیْہِ دُنُوًّا لَوْرَمٰی رَامِی الْحَجَرَ مِنْ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ الَّذِیْ ھُوَ الْاٰنَ مَوْضِعُ قَبْرِہٖ لَوَصَلَ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَاِنَّمَا سَالَ ذٰلِکَ لِفَضْلِ مَنْ دُفِنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ فَاسْتَحَبَّ مُجَاوَرَتَھُمْ الْمَمَاتَ کَمَا فِی الْحَیٰوۃِ وَلِاَنَّ النَّاسَ یَقْصُدُوْنَ الْمَوَاضِعَ الْفَاضِلَۃَ وَیَزُوْرُوْنَ قُبُوْرَھَا وَیَدْعُوْنَ لِاَھْلِھَا۔

"یعنی خداوند عالم سے سوال کیا بیت المقدس کی نزدیکی کا تاکہ وہاں دفن ہوں اس قدر نزدیک کہ اگر کوئی پتھر پھینکنے والا اس جگہ سے جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے، پتھر پھینکے تو ضرور وہ پتھر بیت المقدس تک پہنچے اور یہ سوال اسی لیے کیا کہ جو لوگ انبیاء و صالحین سے بیت المقدس میں دفن ہیں، ان کی بزرگی کے سبب ان کی مجاورت کو بعد موت پسند کیا۔ جس طرح اچھے لوگوں کی مجاورت زندگی میں پسند کرتے ہیں، اور اس لیے کہ لوگ متبرک مقامات کا قصد کرتے ہیں اور وہاں کی قبور کی زیارت کرتے ہیں اور قبر والوں کے لیے دعاء خیر کرتے ہیں۔"

اسی میں ہے:

وَفِیْہِ اِسْتِحْبَابُ الدَّفْنِ فِی الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَۃِ وَ الْقُرْبِ مِنْ مَّدَافِنِ الصَّالِحِیْنَ۔

یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ متبرک مواضع میں دفن کرنا مستحب ہے، اور مدفن صالحین کی نزدیکی بہتر ہے۔

عَنْ عَمْرَ بْنِ مَیْمُوْنَ الْاَزْدِیْ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ یَاعَبْدَاللّٰہِ اِذْھَبْ اِلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنهَا فَقَلُ يَقرَءُ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ عَلَيكَ السَّلَامَ ثُمَّ سَلهَا اَنْ اُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنتُ اُرِيدُهُ لِنَفسِيُ فَلَاُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفسِيُ فَلَمَّا اَقبَلَ قَالَ لَهُ مَالَدَيكَ قَالَ اَذِنَتْ لَكَ يَا اَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيئٌ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ.

عینی عمرو بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا کہ تم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جاؤ' اور سوال کرو کہ میں حضرت اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا تھا لیکن اب میں ترجیح دیتی ہوں حضرت عمر کو اپنے نفس پر' پس جب حضرت عبداللہ ابن عمر واپس آئے' امیر المومنین نے پوچھا' کیا خبر ہے؟ عرض کیا کہ حضرت عائشہ نے اجازت دی' فرمایا: کوئی چیز مجھے اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ اہم نہ تھی۔

علامہ عینی شرح بخاری' جلد ۴' ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں:

فِيهِ الْحِرصُ عَلٰى مُجَاوَرَةِ الصَّالِحِينَ فِي الْقُبُورِ طَمَعًا فِيُ اِصَابَةِ الرَّحْمَةِ اِذَا نَزَلَتْ عَلَيهِمْ وَفِيُ دُعَاءِ مَنْ يَزُورُهُمْ مِنْ اَهلِ الْخَيرِ.

"یعنی اس حدیث میں اچھے لوگوں کے جوار میں دفن ہونے پر حرص ہے کہ جب ان پر رحمت نازل ہو' تو صاحب قبر کو بھی پہنچے اور جو اہل خیر ان لوگوں کی قبر کی زیارت کریں وہ اس صاحب قبر کے لیے بھی دعا کریں۔"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ' جلد ۲' ص ۳۷۵ حدیث رَدُّوا الْقَتلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ کے تحت میں اس بحث میں کہ مردہ کو ایک شہر سے منتقل کر کے دوسرے شہر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ لکھتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَذَكَرَ اَنَّ مَنْ مَّاتَ فِیْ بَلْدَةٍ يُّكْرَهُ نَقْلَهٗ اِلٰی اُخْرٰی لِاَنَّهٗ اِشْتِغَالٌ بِمَا لَا يُفِيْدُ بِمَا فِيْهِ تَاخِيْرُ دَفْنِهٖ وَكَفٰی بِذٰلِكَ كَرَاهَةً قُلْتُ فَاِذَا كَانَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ فَائِدَةٌ مِّنْ نَقْلِهٖ اِلٰی اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ اَوْ اِلٰی قُرْبِ اَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اَوِ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ لِيَزُوْرَهٗ اَقَارِبُهٗ مِنْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَلَا كَرَاهَةَ اِلَّا مَانَصَّ عَلَيْهِ مِنْ شُهَدَاءِ اُحُدٍ اَوْمَنْ فِیْ مَعْنَاهُمْ مِنْ مَّطْلَعِ الشُّهَدَاءِ.

یعنی صاحب ہدایہ نے فرمایا: جو شخص کسی شہر میں انتقال کرے اس کو دوسرے شہر میں دفن کے لیے لے جانا مکروہ ہے' اس لیے کہ غیر مفید کام میں مشغول ہونا ہے اور اس میں تاخیر دفن ہی ہے جو کراہت کے لیے کافی ہے' میں کہتا ہوں' تو جب اس پر کوئی فائدہ مرتب ہو جیسے احد الحرمین لے جانا یا کسی نبی یا ولی کے مزار کے پاس دفن کرنا تاکہ اس شہر میں اس کے عزیز وقریب اس کی زیارت کیا کریں وغیر ذلک تو نقل میں کراہت نہیں' ہاں! جہاں ممانعت منصوص ہو جیسے شہدائے احد یا دیگر شہدائے کرام تو ان کو نقل کرنا البتہ مکروہ ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْفِنُوْا مَوْتَاكُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ فَاِنَّ الْمَيِّتَ يَتَاَذّٰی بِجَارِ السُّوْءِ.

''راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو' اس لیے کہ مردے برے پڑوسی سے اذیت پاتے ہیں۔

اسی میں ہے:

وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمُ الْمَيِّتَ فَاَحْسِنُوْا كَفْنَهٗ وَعَجِّلُوْا اِنْجَا زَوَصِيَّةٍ

وَاعْمِقُوْا لَهٗ مِنْ قَبْرٍ وَجَنِبُوْهُ جَارَ السُّوْءِ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَنْفَعُ الْجَارُ الصَّالِحُ فِی الْاٰخِرَةِ قَالَ هَلْ يَنْفَعُ فِی الدُّنْيَا قَالَ نَعَمْ قَالَ كَذٰلِكَ يَنْفَعُ فِی الْاٰخِرَةِ.

''یعنی ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی انتقال کرے تو اس کا کفن اچھا دو اور اس کی وصیت کے جاری کرنے میں جلدی کرو' اور اس کی قبر گہری کھودو' اور اسے برے پڑوسی سے بچاؤ۔ عرض کیا گیا' یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا پڑوسی آخرت میں کچھ نفع پہنچاتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ دنیا میں نفع پہنچاتا ہے؟ کہا' ہاں! فرمایا: اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔''

وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی الدُّنْيَا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نَافِعِ الْمُزَنِیِّ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَدُفِنَ بِهَافَرَاٰهُ رَجُلٌ كَاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاغْتَمَّ لِذٰلِكَ ثُمَّ اُرِيَهٗ بَعْدَ سَابِعَةٍ اَوْ ثَامِنَةٍ كَاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَسَاَلَهٗ قَالَ دُفِنَ مَعَنَا رَجُلٌ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ فَشَفَعَ فِیْ اَرْبَعِيْنَ مِنْ جِيْرَانِهٖ فَكُنْتُ فِيْهِمْ.

''یعنی ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن نافع مزنی سے روایت کیا کہ ایک آدمی مدینہ طیبہ میں مرا پس وہیں دفن کیا گیا' کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ دوزخی ہے' پھر سات آٹھ رات کے بعد دکھایا گیا' کہ وہ اہل جنت سے ہے۔ پس اس شخص نے پوچھا' اس نے جواب دیا کہ ایک شخص صالحین سے ہمارے ساتھ دفن کیا گیا۔ اپنے پڑوسیوں سے چالیس آدمیوں کی شفاعت کی' تو میں بھی انہیں چالیس سے ہوں' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میت صالح کے جوار کی برکت سے مجھے جنتی بنایا۔

آٹھواں طریقہ:

جب قبر تیار ہو، تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں

جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں اور کوئی دعا اور قرآن شریف کی کوئی سورہ یا آیت پڑھیں، اس کے بعد مردہ کو دفن کریں۔

طبرانی معجم کبیر و اوسط میں اور ابن حبان و حاکم بافادہ تصحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ دَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَقَالَ رَحِمَكِ اللّٰهُ يَا اُمِّيْ بَعْدَ اُمِّيْ وَذَكَرَ ثَنَاءَهُ عَلَيْهَا وَتَكْفِيْنَهَا بِبُرْدَةٍ ثُمَّ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَاَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَغُلَامًا اَسْوَدَ يَحْفِرُوْنَ فَحَضَرُوْا قَبْرَهَا فَلَمَّا بَلَغُوا اللَّحَدَ حَضَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَ اَخْرَجَ تُرَابَهٗ بِيَدِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَ وَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.

”یعنی جب حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا، حضور اقدس ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اے میری والدہ کے انتقال کے بعد میری ماں، راوی حدیث حضرت انس نے

رسول اللہ ﷺ کا ان کی اچھی تعریف کرنا اور اپنی چادر مبارک میں ان کو کفنانا بیان کر کے پھر کہا، کہ حضور ﷺ نے اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، حضرت عمر بن الخطاب اور ایک سیاہ غلام کو بلایا کہ یہ لوگ قبر کھودتے تھے تو ان لوگوں نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کھودی جب لحد تک پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے قبر کھودی اور قبر کی مٹی نکالی، جب اس سے فارغ ہوئے تو حضور اقدس ﷺ قبر میں لیٹے اور یہ دعا پڑھی۔ اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا، خداوند! میری ماں حضرت فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اور ان کی قبر کشادہ کر اپنے نبی اور تمام انبیاء کی برکت سے جو میرے قبل ہوئے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔

وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۸۹ میں ہے:

وَفِیْ رِوَایَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ نَزَلَ فَاضْطَجَعَ فِی اللَّحْدِ وَقَرَءَ فِیْهِ الْقُرْآنَ.

یعنی جب قبر تیار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ اس قبر میں اترے اور اس میں قرآن شریف پڑھا۔ (وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۸۸)

وَاَخْرَجَ اِبْنُ شَیْبَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَیْنَنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُمَّ عَلِیٍّ وَجَعْفَرَ وَ عَقِیْلٍ قَدْمَاتَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی اُمِّیْ فَقُمْنَا وَکَانَ عَلٰی رُؤُسِ مَنْ مَّعَهُ الطَّیْرَ فَلَمَّا اَنْتَهَیْنَا اِلَی الْبَابِ نَزَعَ قَمِیْصَهُ فَقَالَ اِذَا غَسَلْتُمُوْهَا فَاشْعَرُوْهَا اِیَّاهُ تَحْتَ اَکْفَانِهَا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهَا جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ مَرَّةً يَّحْمِلُ وَمَرَّةً يَّتَقَدَّمُ وَمَرَّةً يَّتَاخَّرُ حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ فَتَمَعَّکَ فِی اللَّحْدِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اُدْخُلُوْهَا بِاِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی اِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اَنْ دَفَنُوْهَا قَامَ قَائِمًا فَقَالَ جَزَاکِ اللّٰهُ مِنْ اُمٍّ وَرَبِيْبَةٍ خَيْرًا فَنِعْمَ الْاُمُّ وَنِعْمَ الرَّبِيْبَةُ كُنْتِ لِیْ قَالَ فَقُلْنَا لَهٗ اَوْقِيْلَ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ صَنَعْتَ شَيْئَيْنِ مَارَاَيْنَاکَ صَنَعْتَ مِثْلَهُمَا قَطُّ قَالَ وَمَا هُوَ قُلْنَا نَزَعَکَ قَمِيْصَکَ وَتَمَعُّکَکَ فِی اللَّحْدِ قَالَ اَمَّا قَمِيْصِیْ فَاُرِيْدُ اَنْ لَّا يَمَسَّهَا النَّارُ اَبَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَمَّا تَمَعُّكِیْ فِی اللَّحْدِ فَاَرَدْتُ اَنْ يُّوَسِّعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا قَبْرَهَا.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا' اور کہا' کہ یارسول اللہ ﷺ! علی جعفر اور عقیل کی ماں نے انتقال کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ چلو میری ماں کی تجہیز و تکفین کے لیے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے' اور جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ چلے' سب خاموش باادب تھے' گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں' جب ہم لوگ دروازہ پر پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے قمیص مبارک اتار کر عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ غسل دے چکو تو اس کو بدن سے متصل کفن کے نیچے رکھنا' پس جب جنازہ لے چلے' رسول اللہ ﷺ کبھی جنازہ اٹھاتے' کبھی آگے آگے چلتے' اور کبھی جنازہ کے پیچھے چلتے' یہاں تک کہ ہم لوگ قبر تک پہنچے۔ پس حضور ﷺ قبر میں لیٹے' پھر باہر تشریف لائے' پھر فرمایا: خدا آپ کو بہتر جزا دے۔ اے میری ماں اور پرورش کرنے والی! کیا اچھی آپ میری ماں اور پرورش کرنے والی تھیں؟ پس ہم لوگوں نے عرض کیا؟ یا حضور! حضور سے عرض کیا گیا کہ حضور نے دو باتیں

ایسی کیں جو کبھی نہیں کرتے تھے۔ فرمایا: کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: ایک قمیص مبارک کا اتار کر کفن کے لیے دینا اور دوسری بات قبر میں لیٹنا؟ ارشاد ہوا قمیص اتار کر اس لیے دی کہ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ آگ ان کو کبھی نہ چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر وسیع و فراخ کردے۔ (وفا الوفاء، ص ۸۸، جلد ۲)

نواں طریقہ:

قبر پر پانی چھڑکنا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِيْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى رِجْلَيْهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ (مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے قبر مبارک پر پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح ہیں، مشک سے پانی چھڑکا، سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور پائنتی کی طرف ختم کیا۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد دوم، ص ۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الطِّيْبِيُّ لَعَلَّ ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلَى اسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِيَّةِ كَمَا وَرَدَ فِي الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَقَالُوْا سَقَى اللّٰهُ ثَرَاهُ وَبَرَّدَ مَضْجَعَهٗ اَوْ اِلَى الدُّعَاءِ بِالطَّرَاوَةِ وَعَدَمِ الدُّرُوْسِ قَالَ مِيْرَكْ وَلَعَلَّ الْحِكْمَةَ فِيْهِ اَنَّ الْقَبْرَ اِذَا رُشَّ بِالْمَاءِ كَانَ اَكْثَرَ بَقَاءً وَاَبْعَدَ عَنِ التَّنَاثُرِ وَالْاِنْدِرَاسِ

قُلْتُ هٰذَا اَمْرٌ ظَاهِرٌ حِسِّيٌّ لَايَحْتَاجُ اِلٰى نَقْلٍ وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنَ الْعِبَارَةِ وَاَمَّامَا ذَكَرَهُ الطِّيْبِيُّ مِنَ الْاِشَارَةِ فَهُوَ فِيْ غَايَةِ اللَّطَافَةِ وَنِهَايَةِ الشَّرَافَةِ وَنَظِيْرُهُ اَنَّ اَحَدًا مِنَ الْمُرِيْدِيْنَ بَنٰى بَيْتًا ثُمَّ ضَيَّفَ شَيْخَهُ فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ لِاَيِّ شَيْئٍ فَتَحْتَ الطَّاقَةَ قَالَ لِدُخُوْلِ الْهَوَاءِ وَشُمُوْلِ الضِّيَاءِ فَقَالَ هٰذَا اَمْرٌ ظَاهِرٌ حَاصِلٌ لَا مَحَالَةَ لٰكِنْ كَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ تَقْصُدَ بِالْاِصَالَةِ سِمَاعَ الْاَذَانِ وَيَكُوْنُ الْبَاقِيْ تَبَعًا لَهٗ.

''علامہ طیبی نے فرمایا کہ پانی چھڑکنا رحمت الٰہیہ وعواطف ربانیہ کے نزول کی طرف اشارہ ہے' جیسا کہ دعا میں وارد ہے'' خداوندا دھودے اس کے گناہوں کو پانی' برف اور اولے سے'' اور لوگ دعا کے وقت کہا کرتے ہیں سقی اللہ ثراہ وبرد مضجع یا تراوٹ اور نہ مٹنے کی طرف اشلدہ ہے۔ علامہ میرک کہتے ہیں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ قبر پر جب پانی چھڑک دیا جاتا ہے تو اس کی بقا زیادہ ہو جاتی ہے اور انتشار اور مٹنے سے دور ہو جاتی ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں یہ تو ظاہر اور محسوس ہے۔ اس کی نقل کی ضرورت نہیں اور یہ تو عبارت ہی سے ظاہر ہے اور علامہ طیبی نے جو اشارہ ذکر کیا وہ غایت لطیف اور بہت ہی خوب ہے۔ اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ کسی مرید نے ایک گھر بنایا اور اپنے شیخ کی دعوت کی' شیخ نے پوچھا' اس میں روشندان کس لیے رکھا ہے؟ مرید نے کہا کہ ہوا اور روشنی کے لیے' شیخ نے کہا یہ تو ظاہر ہے' یقیناً ہونا ہی ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ اصل مقصد اذان کی آواز آنا ہوتا۔ باقی ہوا اور روشنی بالتبع مراد ہوتی' ونعم من قال۔

سرمہ کہ برائے نور چشم ست زیبائش چشم او طفیل ست

وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا

وَرَشَّ عَلٰی قَبْرِہٖ مَاءً (رواہ ابن ماجہ)

"یعنی ابن ماجہ حضرت ابورافع سے راوی رسول اللہ ﷺ نے (کسی ضرورت یا بیان جواز کے لیے) حضرت سعد کو سرہانے کی طرف سے قبر میں داخل کیا اور ان کے قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔"

"وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ مُرْسَلاً اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَثٰی عَلَی الْمَیِّتِ ثَلَاثَ حَثَیَاتٍ بِیَدَیْهِ جَمِیْعًا وَاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ اِبْنِهٖ اِبْرَاهِیْمَ وَوَضَعَ عَلَیْهِ حَصْبَاءَ (رواہ فی شرح السنہ وروی الشافعی من قولہ رش"

علامہ بغوی "شرح السنہ" میں امام جعفر صادق سے' وہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے مرسلاً راوی' نبی ﷺ نے میت پر دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی ڈالی اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا' اور قبر پر سنگریزے رکھے۔ اس حدیث کو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا' مگر صرف رش سے۔ (مشکوۃ شریف' ص ۱۴۸)

مرقات شرح مشکوۃ' جلد ۲' ص ۳۷۷ میں ہے:

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ وَیُسَنُّ حَیْثُ لَا مَطَرَ رَشُّ الْقَبْرِ بِمَاءٍ بَارِدٍ طَاهِرٍ ا مُطَهِّرٍ تَفَاؤُلاً بِاَنَّ اللّٰهَ یُبَرِّدُ مَضْجَعَهٗ.

"ابن مالک نے کہا کہ جب بارش نہ ہو' تو قبر پر ٹھنڈا طاہر مطہر پانی چھڑکنا مسنون ہے' اس بات کی تفاول کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کرے۔"

اسی میں ہے' ص ۳۷۸:

وروی البزاز انّہٗ اَمَرَ بِالرَّشِّ فِیْ قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ.

یعنی بزاز نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی لمعات' حاشیہ' مشکوٰۃ ص ۱۴۹' میں تحت حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

وَذٰلِکَ لِمَصْلِحَةٍ رَاءَ اهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعِلَّةُ فِىْ رَشِّ قَبْرِ غَيْرِهٖ الاَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّفَاوُلَ بِاسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ وَغَسْلِ الْخَطَايَا وَتَطْهِيْرِ الذُّنُوْبِ وَعلل اَيْضَابِاَنْ يُّمْسِكَ تُرَابَ الْقَبْرِ عَنِ الْاِنْتِشَارِ وَيَمْنَعُ عَنِ الدُّرُوْسِ.

"یعنی صحابہ کرام نے جو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا' وہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہوا جو ان لوگوں نے سمجھا ہو' رہا حضور ﷺ کے سوا اوروں کی قبر پر پانی چھڑکنے کی علت' تو نزول رحمت' اور خطا دھلنے' گناہوں سے پاک صاف ہونے کی نیک فال ہے اور قبر کی مٹی کو منتشر ہونے سے بچانا' اور قبر کو مٹنے سے محفوظ رکھنا بھی اس کی علت بیان کی گئی ہے۔

علامہ شامی ردالمحتار' جلد ۱' ص ۸۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ وَلَا بَاْسَ بِرَشِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ بَلْ يَنْبَغِىْ اَنْ يُّنْدَبَ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهٗ بِقَبْرِ سَعْدٍ كَمَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَبِقَبْرِوَ لَدِهٖ اِبْرَاهِيْمَ كَمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ فِىْ مَرَاسِيْلِهٖ وَاَمَرَبِهٖ فِىْ قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ كَمَا رَوَاهُ الْبَزَّارُ.

"یعنی قبر پر پانی چھڑکنا مندوب ہے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت،

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبر پر پانی چھڑکا' جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے' اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر' جیسا کہ مراسیل ابوداؤد میں ہے' اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا' جیسا کہ البزار کی روایت میں ہے۔

دسواں طریقہ:

بعد دفن میت کو تلقین کرنا (احیاء العلوم برحاشیہ)

اتحاف السادۃ المتقین' جلد ۱۰' ص ۳۶۸ میں ہے:

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَوْدِیُّ شَهِدتُّ اَبَااُمَامَةَ الْبَاهِلِیَّ وَهُوَ فِی النَّزْعِ فَقَالَ يَاسَعِيْدُ اِذَا مُتُّ فَاصْلَعُوْا بِیْ كَمَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَسَوَّيْتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ اَحَدُكُمْ عَلٰی رَاسِ قَبْرِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَةَ فَاِنَّهٗ يَسْمَعُ وَلَا يُجِيْبُ ثُمَّ لِيَقُلْ يَافُلَانُ بْنُ فُلَانَه الثَّانِيَةَ فَاِنَّهٗ يَسْتَوِیْ قَاعِدًا ثُمَّ لِيَقُلْ يَافُلَانُ بْنُ فُلَانَةَ الثَّالِثَةَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ اَرْشِدْنَايَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ لَّاتَسْمَعُوْنَ فَيَقُوْلُ لَهٗ اُذْكُرْمَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْآنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا يَّتَاخَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فَيَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَايَقْعُدُنَا عِنْدَهٰذَا وَقَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ وَيَكُوْنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَجِيْجَهٗ دُوْنَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ يَعْرِفْ اِسْمَ اُمِّهٖ قَالَ فَلْيَنْسُبْهُ اِلٰی

حَوَّاءَ.

"یعنی سعد بن عبداللہ اودی کہتے ہیں کہ میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا جس وقت وہ حالت نزع میں تھے' انہوں نے کہا' کہ اے سعید! جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ وہ کام کرو جس کا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے' کہ جب تم میں سے کوئی آدمی مرے' اور تم بعد دفن اس پر مٹی برابر کر چکو' تو ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو' اور کہے کہ اے فلاں بن فلاں' تو وہ سنے گا' مگر جواب نہ دے گا' پھر دوسری مرتبہ کہے' اے فلان بن فلاں! اس کو سن کر وہ بیٹھ جائے گا' پھر تیسری مرتبہ کہے' اے فلان بن فلاں! تب وہ کہے گا کہ کہو' اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے' لیکن اس کہنے کو تم نہ سنو گے۔ تب وہ شخص کہے' یاد کرو اس عقیدہ کو جس پر تم دنیا سے نکلے' اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں' اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں' اور تو راضی ہے اس بات پر کہ خدا تیرا رب ہے' اسلام تیرا دین' اور محمد ﷺ تیرے رسول ہیں' اور قرآن شریف تیرا پیشوا ہے' یہ سن کر منکر نکیر دونوں پیچھے ہٹیں گے' اور ایک دوسرے سے کہے گا' کہ چلو! کیا بیٹھیں اس کے پاس جس کو حجت تلقین کی گئی؟ اور اللہ تعالیٰ اس شخص اور ان دونوں فرشتوں کے درمیان ہوگا' اس پر ایک آدمی نے کہا' کہ یا رسول اللہ! اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو' تو ارشاد ہوا تو فلاں بن حواء کہنا۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم جلد ۱۰' ص ۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُ فِی الْکَبِیْرِ وَفِیْ کِتَابِ الدُّعَاءِ وَابْنُ مُنْدَةَ فِیْ کِتَاب الرُّوْحِ وَابْنُ عَسَاکِرٍ وَ الدَّیْلَمِیُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مُنْدَةَ مِنْ وَّجْهٍ اٰخَرَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اِذَا اَنَا مُتُّ فَدَ فَنْتُمُوْنِیْ فَلْیَقُمْ اِنْسَانٌ عِنْدَ رَاْسِیْ

فَلْيَقُلْ يَاصُدَیُّ بْنُ عَجْلَانَ اُذْکُرْ مَا کُنْتَ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرٍ مِنْ وَّجْهٍ اٰخَرَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَفَعَهٗ اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ مِنْکُمْ فَدَفَنْتُمُوْهُ فَلْيَقُمْ اَحَدُکُمْ عِنْدَ رَاسِهٖ فَلْيَقُلْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَاِنَّهٗ يَسْمَعُ فَلْيَقُلْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَاِنَّهٗ يَسْتَوِیْ قَاعِدًا فَلْيَقُلْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ فَاِنَّهٗ سَيَقُوْلُ لَهٗ اَرْشِدْنِیْ يَرْحَمُکَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ اُذْکُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ بَاعِثُ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ فَاِنَّ مُنْکَرًا وَّنَکِيْرًا عِنْدَ ذٰلِکَ يَاخُذُ کُلُّ وَاحِدٍ بِيَدِ صَاحِبِهٖ وَيَقُوْلُ قُمْ مَا تَصْنَعُ عِنْدَ رَجُلٍ لُقِّنَ حُجَّةً فَيَکُوْنُ اللّٰهُ حَجِيْجَهُمَا دُوْنَهٗ.

”روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں، اور کتاب الدعاء میں، اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں، اور ابن عساکر اور دیلمی نے، اور روایت کیا اس کو ابن مندہ نے دوسرے طریقہ سے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ جب میں مرجاؤں اور تم لوگ مجھے دفن کر چکو، تو چاہیے کہ کھڑا ہوا ایک آدمی میری قبر کے سرہانے، اور کہے کہ ”اے صدی بن عجلان! یاد کرو اس شے کو جس پر تم دنیا میں تھے (یعنی شہادت اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے، اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں“ روایت کیا اس کو ابن عساکر نے دوسرے طریقہ سے ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مرفوع کیا اس کو ”جب مرجائے کوئی مرد تم لوگوں میں سے، اور دفن کر چکو اس کو، تو چاہیے کہ کھڑا ہو جائے کوئی آدمی تم لوگوں میں سے اس کے سرہانے، اور یوں کہے، اے فلاں بن فلاں! بے

شک وہ مردہ سنتا ہے' پھر کہے! اے فلان بن فلاں! پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے' پھر کہے! اے فلان بن فلاں! پس بے شک وہ اسے کہتا ہے کہ رہبری کرو میری' رحم کرے گا تم پر اللہ تعالیٰ' اس کے بعد اسے کہنا چاہیے کہ "یاد کرو جس چیز پر تم نکلے ہو دنیا سے (یعنی) اس بات کی شہادت کہ "نہیں ہے معبود کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بے شک محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اٹھانے والا ہے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں" پس بے شک اس وقت منکر اور نکیر پکڑتے ہیں ہر ایک اپنے ساتھی کے ہاتھ کو' اور کہتے ہیں' اٹھو کیا کرو گے ایسے مرد کے پاس جو تلقین کیا جارہا ہے اپنی حجت کہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف سے جھگڑنے والا اس وقت۔"

اسی صفحہ ۳۶۹ میں ہے:

رَوٰی سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ رَّاشِدِ بْنِ سَعْدٍ وَضَمْرَةَ بْنِ حَسِیْبٍ وَحَکِیْمِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالُوْا اِذَا سَوّٰی عَلٰی قَبْرِهٖ وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ کَانَ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّقَالَ لِلْمَیِّتِ عِنْدَ قَبْرِهٖ یَافُلَانُ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یَا فُلَانُ قُلْ رَبِّیَ اللّٰهُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

سعید بن منصور راشد بن سعد' ضمرہ بن حسیب اور حکیم بن عمیر سے راوی' ان لوگوں نے کہا کہ جب مردے پر مٹی برابر کر دیں اور لوگ اس سے واپس پھریں' تو مستحب ہے کہ میت کی قبر کے پاس یہ کہا جائے' اے فلاں! کہہ لا الہ الا اللہ تین مرتبہ' اس کو کہیں اے فلاں! کہہ رب میرا اللہ دین میرا اسلام' نبی میرے محمد ﷺ

ہیں۔

علامہ شامی ردالمختار' جلد اوّل' ص ۷۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قَوْلُهٗ وَلَا يُلَقَّنُ بَعْدَ تَلْحِيْدِهٖ ذُكِرَ فِي الْمِعْرَاجِ اَنَّهٗ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ ثُمَّ قَالَ وَفِي الْخَبَازِيَهِ وَالْكَافِيْ عَنِ الشَّيْخِ الزَّاهِدِ الصَّفَّارِ اَنَّ هٰذَا قَوْلُ الْمُعْتَزِلَةِ كَانَ الْاَحْيَاءُ بَعْدَ الْمَوْتِ عِنْدَهُمْ مُسْتَحِيْلٌ اَمَّا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ فَالْحَدِيْثُ اَیْ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَقِيْقَتِهٖ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحْيِيْهِ عَلٰى مَاجَاءَ ت بِهِ الْاٰثَارُ وَقَدْرُوِیَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهٗ اَمَرَ بِالتَّلْقِيْنِ بَعْدَ الدَّفْنِ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَةَ اُذْكُرْ دِيْنَكَ الَّذِیْ كُنْتَ عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (الخ)

یعنی معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ دفن کے بعد تلقین نہ کی جائے' اس لیے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ان کے نزدیک محال ہے' اور اہل سنت کے نزدیک لقنوا موتا کم لا الہ الا اللہ اپنے حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ کرے گا' اور حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا ہے' تو کہے اے فلاں بن فلاں! یاد کرو اس دین کو جس پر تم دنیا میں تھے' کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں۔"

گیارہواں طریقہ:

دعاء تثبت کرنا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَاسْاَلُوْا بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ (رواہ ابو داؤد، جلد ۲، ص ۱۰۲)

''ابوداؤد؛ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے، قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے، کہ اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا، اور سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے قول ثابت پر ثابت وقائم رکھے۔ اس لیے کہ اس وقت وہ سوال کیا جائے گا۔ منکر نکیر اس سے پوچھنے کو آئیں گے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَايُسَوِّىْ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ نَزَلَ بِكَ صَاحِبُنَا وَخَلَّفَ الدُّنْيَا خَلْفَ ظَهْرِهٖ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ مَنْطِقَهٗ وَلَا تَفْتِنْهُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهٗ بِهٖ. (رواہ سعد بن منصور)

''یعنی سعید بن منصور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ بعد درستی، قبر پر ٹھہرتے اور دعا کرتے، خداوندا! میرا صحابی تیرے پاس اترا ہے، اور دنیا کو اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑا، خداوندا! سوال کے وقت اس کی بولی ثابت و درست رکھ اور قبر میں اسے جانچ میں مبتلا نہ کر جس کی اسے طاقت نہ ہو۔''

وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی السُّنَنِ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ حَضَرْتُ ابْنَ عُمَرَ فِیْ جَنَازَةِ اِبْنَةٍ لَهٗ فَلَمَّا وَضَعَهَا فِی اللَّحْدِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَمَّا اَخَذَ فِیْ تَسْوِیَةِ اللَّحْدِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهَا مِنَ الشَّیْطَانِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلَمَّا سَوَّی الْكَثِیْبَ عَلَیْهَا قَامَ جَانِبَ الْقَبْرِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْهَا وَصَعِّدْ رُوْحَهَا وَلَقِّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

''یعنی ابن ماجہ وبیہقی سنن میں حضرت ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ میں حضرت ابن عمر کی صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوا' تو جب ان کو لحد میں رکھا' تو بسم اللہ وفی سبیل اللہ کہا' جب قبر برابر کرنے لگے تو ''اَللّٰهُمَّ اَجِرْهَا مِنَ الشَّیْطَانِ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ'' کہا یعنی خداوندا! اس کو شیطان اور قبر کے عذاب سے بچا' اور جب مٹی برابر کر چکے تو قبر کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا! کہ اے اللہ! قبر کو دونوں طرف سے پھیلا دے اور اس کی روح کو بلند فرما اور اس سے رضامندی کے ساتھ ملاقات کر' پھر کہا' کہ اسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

وَ رَوَى ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا دَفَنَ اِبْنًا لَّهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْهِ وَافْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوْحِهٖ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ.

ابن ابی شیبہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو دفن کیا پس کہا' خداوندا! زمین کو اس کے دونوں

جانب سے کشادہ فرما اور اس کی روح کے لیے آسمان سے دروازے کھول دے اور اس کا گھر بدل دے جو دنیوی گھر سے بہتر ہو۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول میں فرماتے ہیں:

اَلْوُقُوْفُ عَلَى الْقَبْرِ وَسَوَالُ التَّثْبِيْتِ فِى وَقْتِ الدَّفْنِ مَدَدٌ لِّلْمَيِّتِ بَعْدَ الصَّلَاةِ لِاَنَّ الصَّلَاةَ بِجَمَاعَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَالْعَسْكَرِ لَهٗ وَقَدِ اجْتَمَعُوْا بِبَابِ الْمَلِكِ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ وَالْوُقُوْفُ عَلَى الْقَبْرِ وَ سُوَالُ التَّثْبِيْتِ فِىْ وَقْتِ الدَّفْنِ مَدَدٌ لِّلْعَسْكَرِ وَ ذٰلِكَ سَاعَةُ شُغْلِ الْمَيِّتِ

(الکل من شرح الاحیاء ج ۱' ص ۳۲۸)

"قبر پر ٹھہرنا اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا' دفن کے وقت یہ نماز جنازہ کے بعد میت کی مدد ہے' اس لیے کہ جماعت مومنین کے ساتھ نماز پڑھنا مثل لشکر کے ہے جو بادشاہ کے دروازہ پر سفارش کے لیے جمع ہوا ہے' اور قبر پر ٹھہرنا اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا اس لشکر کی مدد ہے کیونکہ یہ وقت میت کی مشغولی کا ہے۔

بارھواں طریقہ:

بعد دفن قبر پر اذان دینا

امام احمد وطبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قَالَ لَمَّا دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ (زاد فی روایة) وَسُوِّىَ عَلَيْهِ سَبَّحَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَبَّحَ النَّاسُ مَعَهٗ طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ (زاد فی روایة) ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عَنۡہُ.

''جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی، نبی ﷺ دیر تک ''سبحان اللہ سبحان اللہ'' فرماتے رہے، اور صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے ساتھ کہتے رہے، پھر حضور ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! حضور اوّل تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کر دی اور قبر کشادہ فرما دی۔''

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای ماذلت اکبرو تکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجه الله.

''یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اکبر، سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔''

اقول، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے، قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے، اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں، سو ان کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر، نہ اس امر مسنون کے منافی، بلکہ زائد مفید و موئید مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا۔ علاوہ بریں بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ اللہ کہتے ہیں، کہ اسے سن کر یاد ہو۔ حدیث میں ہے:

لَقِّنُوا مَوۡتَاکُمۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنے مردوں کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھا دو (رواہ **الامام احمد، و مسلم، ابو داؤد، و الترمذی، والنسائی، وابن ماجه عن ابی**

سعید الخدری، وابن ماجہ کمسلم عن ابی ہریرہ و کالنسائی عن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

اب جو نزع میں ہے وہ مجاز مراد ہے اور اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃ مردہ ہے اور اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بے شک اذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں۔ ان کے سوال تین ہیں۔ من ربک تیرا رب کون ہے؟ مادینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی ھذا الرجل تو اس مرد یعنی نبی ﷺ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کے ابتداء میں اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اخیر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب سکھائیں گے۔ ان کے سننے سے یاد آئے گا میرا رب اللہ ہے اور اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی ھذا الرجل کا جواب تعلیم دیں گے، کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح جواب مادینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلاۃ عماد الدین تو بعد دفن، اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی ﷺ نے حدیث صحیح مذکور میں فرمایا۔ نیز علم والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (اللہ عزوجل صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ وافضل الصلاۃ والتسلیم کا، ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجہ

العزیز الکریم ولا حول ولاقوه الا باللہ العلی العظیم امام ترمذی محمد بن علی
نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا سُئِلَ مَنْ رَّبُّکَ تَرَای لَهُ الشَّیْطَانُ فَیُشِیْرُ اِلٰی نَفْسِهٖ اَنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَلِهٰذَا وَرَدَ سُوَالُ التَّثْبِیْتِ لَهٗ حِیْنَ یُسْئَلُ.

”یعنی جب مردہ سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔“

امام ترمذی فرماتے ہیں:

وَیُؤَیِّدُهٗ مِنَ الْاَخْبَارِ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ دَفْنِ الْمَیِّتِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلَوْلَمْ یَکُنْ لِلشَّیْطَانِ هُنَاکَ سَبِیْلٌ مَّادَعَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِکَ.

”یعنی وہ حدیثیں اس کی موید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے' الٰہی اسے شیطان سے بچا' اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا' تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا کیوں کرتے؟“

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی' حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اذا اذان المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص جب موذن اذان کہتا ہے' شیطان پیٹھ پھیر کر گوز نان بھاگتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے' اور خود حدیث میں حکم آیا' جب شیطان کا کھٹکا ہو' فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے۔

اخرجہ الامام ابو القاسم سلیمن بن احمد و الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ہم نے اپنے رسالہ "نسیم الصبافی ان الاذان یحول الوبا" میں اس مطلب پر بہت حدیثیں نقل کیں اور جب ثابت ہوگیا کہ وہ وقت "عیاذ باللہ" مداخلت شیطان لعین کا ہے، اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے، اور ہمیں حکم آیا کہ اس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط، بلکہ عین ارشاد شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے مطابق، اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن وحدیث مالامال۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرۃ، جناب مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے ایک مستقل رسالہ بنام "ایذان الاجر فی اذان القبر" تصنیف فرمایا، جس میں پندرہ دلیلوں سے اس مسئلہ کو مدلل فرمایا۔ یہ تین دلیلیں اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں، اس کے علاوہ بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا: امام ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ اور علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار نے حاشیہ "بحر الرائق" میں ان کا یہ قول نقل فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے "ملفوظات عزیزی" میں ہے "عمل مشائخ ست" کہ اذان بر قبر بعد دفن می گویند۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر اذان دینا بزرگوں سے چلا آرہا ہے، اور وہ سب حدیثیں اس عمل خیر کی اصل ہیں۔ واللہ الہادی۔

تیرھواں طریقہ:

قبر کے اوپر کھجور کی شاخ یا کوئی لکڑی یا کوئی سبزی وغیرہ رکھنا

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال مَرَّ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم بِحَائِطٍ مِّنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ اَوْ مَكَّةَ فسمع صوت انسانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فی قبورهما فقال النبی صلی الله علیه وسلم يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فی کبیر ثم قال بلی کان احدهم لا یَستَتِرُمن بولهٖ وکان الاٰخَرُ يَمْشِی بِالنَمِيمَةِ ثم دَعَا بِجَرِيَدةٍ فکسرها کسرَتَيْنِ فوضع علی کل قبرمنهما کَسْرَةً فقیل له يَارَسُوْلَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هذا قال لعلَّهٗ اَن يُّخَفِّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ تَيْبِسَا. (رواه البخاری و مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ گزرے رسول اللہ ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں سے کسی باغ میں، تو دو آدمیوں کی آواز سنی، کہ ان پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہوتا جس سے بچنا مشکل ہو، پھر فرمایا: ان میں ایک آدمی تو اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اس کو دو ٹکڑے کیا، اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھا، صحابہ نے عرض کیا، حضور ﷺ نے ایسا کس لیے کیا؟ فرمایا: تاکہ ان دونوں پر عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں۔

علامہ عینی شرح بخاری' جلد اوّل' ص ۸۷۴ میں فرماتے ہیں:

قولہ لعلّہُ اَنْ یُخَفِّفَ عنھما ای لَعَلَّہٗ یُخَفِّفُ ذٰلِکَ مِنْ نَاحِیَۃِ التَّبَرُّکِ باثر النبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامَ وَ دُعَائِہٖ بِالتَّخْفِیْفِ عَنْھُمَا فَکَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ مُدَّۃَ بِقَاءِ النَّدَاوَۃِ فیھما حَدًّا لِمَا وَقَعَتِ الْمَسْأَلَۃُ مِنْ تَخْفِیْفِ الْعَذَابِ عَنْھُمَا ولیس ذلک من اجلٍ ان فی الرطب معنی لیس فِی الیابِسِ قالہ الخطابی وقال النووی قال العلماء وھو محمول علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم سأَلَ الشَّفَاعَۃَ لھما فَاُجِیْبَتْ شَفَاعَتُہٗ بِالتَّخْفِیْفِ عنھما الی ان یَّیْبَسَا وقیل یحتمل انہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو لھما تلک المدۃ وقیل لکونھا یُسَبِّحَانِ مادامَتَا رَطْبَتَیْنِ ولیس للیَابِسِ تسبیح قَالُوْا فی قولہ تعالی وَاِنْ مِنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ معناہ وَاِنْ مِنْ شَیْئٍ حَیٌّ ثُمَّ حَیَاۃُ کُلِّ شَیْئٍ بِحَسْبِہٖ فَحَیَاۃُ الْخَشْبَۃِ مَالَمْ تَیْبَسْ وَحَیَاۃُ الْحَجَرِ مَالَمْ یُقْطَعْ.

"یعنی تخفیف عذاب کے سبب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا کہ تخفیف عذاب بوجہ برکت اثر نبی کریم ﷺ ودعا تخفیف ہے' کہ حضور ﷺ نے جریدہ کی تری کا باقی رہنا تخفیف عذاب کی حد قرار دیا' اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ تر لکڑی میں کوئی ایسی خوبی ہے جو خشک میں نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا: کہ علمائے کرام فرماتے ہیں' یہ اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک وہ دونوں لکڑیاں خشک نہ ہوں ان دونوں کے تخفیف عذاب کی دعا و سفارش فرمائی' تو تا خشک ہونے ان کے حضور کی شفاعت دربارۂ تخفیف عذاب مقبول ہوئی' اور یہ بھی کہا گیا ہے احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس مدت تک ان

دونوں کے لیے دعا کرتے ہوں' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہو کہ جب تک وہ دونوں تر ہیں' خداوند عالم کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے تخفیف عذاب ہوتی ہے' اور خشک لکڑی تسبیح نہیں کرتی۔ علماء نے وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کے معنی میں کہا کہ کوئی زندہ چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو' پھر ہر چیز کی حیات اس کے مطابق ہوتی ہے۔ لکڑی کی حیات اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو' اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے کہ کاٹا نہ جائے۔

فتح الباری شرح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی' جلد اوّل' ص ۲۲۳ میں ہے:

وقدقیل ان المعنی فیه اِنه یُسَبِّحُ مَادَامَ رَطْبًا فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح وعلی هذا فیَطَّرِدُفی کل مافیه رطوبةً مِنَ الاشجَارِ وَغیرِهَا وَکَذَالِکَ فیما فیه ببرکة کَالذِکرِو تلاوةِ القرآن من باب الاولی وقدتاسی بَرِیدَة بن الخصیب الصحابی بذلک فاوصی ان توضع علی قبره جریدتان کما سیاتی فی الجنائز من هذا الکتاب وَهُوَاَوْلٰی اَنْ یَّتبِعَ من غیره.

''یعنی اور کہا گیا ہے کہ تخفیف عذاب کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ جب تک تر رہے گی خدا کی پاکی بیان کرے گی تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس بنا پر یہ برکت درخت وغیرہ ہر اس چیز کو عام ہوگی جس میں تری ہے۔ اسی طرح ہر اس چیز میں جو متبرک ہے اور جیسے ذکر اور تلاوت قرآن میں بدرجہ اولیٰ یہ برکت ہوگی' اور حضرت بریدہ ابن الخصیب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پیروی کی وصیت کی' کہ ان کی قبر پر دو شاخ کھجور کی رکھی جائیں۔ اس کا بیان اسی کتاب کے ''باب الجنائز'' میں آئے گا اور حضرت بریدہ زیادہ مستحق اس امر کے ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے' باعتبار دوسروں کے۔

ارشاد الساری شرح بخاری' علامہ خطیب قسطلانی' جلد ۲' ص ۳۷۱ میں ہے:

اوان المعنی فیه اَنْ یُسَبِّحَ مَادَامَ رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃِ التَّسْبِیْحِ وَحِیْنَئِذٍ فَیَطَّرِدُ فِیْ کل مافیه رُطُوْبَةٌ مِّنَ الرِّیَاحِیْنَ والبقول وغیرھا وَلَیْسَ لِلْیَابِسِ تَسْبِیْحٌ قَالَ تعالٰی اِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ اَیْ شَیْئٌ حَیٌّ وَحیاۃُ کُلِّ شَیْئٍ بِجِنْسِہٖ فَالْخَشَبُ مَالَمْ یَیْبِسْ وَالْحجرُ مَالَمْ یقطع من مَّعْدِنِہٖ۔

''یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ شاخ تر رہے گی' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی' تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تری ہے' یہ حکم عام ہوگا خوشبو ہو' یا سبزی وغیرہ' اور خشک چیز تسبیح نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ مِنْ شَیْئٍ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی زندہ چیز مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے' اور زندگی ہر چیز کی اس کے مناسب ہوتی ہے' تو لکڑی کی زندگی اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو' اور پتھر کی اس وقت تک ہے کہ اپنی کان سے کاٹا نہ جائے۔

امام جلال الدین سیوطی ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' میں فرماتے ہیں:

قال الخطابی ھذا عنداھل العلم محمول علی ان الاشیاء مادامت علی اصل خلقتھا وخُضْرَتِھا اَوطَرَاوَتِھَا فانھا تسبح حتی یُجَفِّفَ رُطُوْبَتُھَا اوتحول خضرتھا ویقطع عن اصلھا وقال غیر الخطابی فاذا خفف عنھا بتسبیح الجرید فکیف بِقِرَاءَ ۃِ المُؤْمِنِ القرآن وقال ھذا الحدیث اصل فی غرس المؤمن الاشجار عندالقبور واخرج ابن عساکر من طریق حمادبن سلمۃ عن قتادۃ ان ابابرزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ کان یَحدِّثُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّعَلٰی قَبْرٍوَصَاحِبُہٗ یُعَذَّبُ فاخذ جریدۃً فَغَرَسَھَا فِیْ القَبْرِوَقَالَ عَسٰی اَنْ یرفعہُ عنہ مَادَامَتْ رَطْبَۃً فکان اَبُو برزۃَ یُوْصِی

اِذَا مُتُّ فَضَعُوْا فِیْ قَبْرِیْ مَعِیَ جَرِیْدَتَیْنِ قال فمات فی مَفَازَۃٍ بَیْنَ کِرْمَانَ وَ قُوْمَسَ فقالو یوصینا ان نَّضَعَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَتَیْنِ و ھٰذَا مَوْضَعٌ لاتُصِیْبُھَا فیه فبیناھم کذالک اذ طلع علیھم رَکْبٌ مِّنْ قِبَلِ سَجِسْتَانَ فَاَصَابُوْا معھم سَعَفًا فَاَخَذُوْا جَرِیْدَتَیْنِ فَوَضَعُوْھُمَا معه فِیْ قَبْرِہٖ واخرج ابْنُ سَعْدٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ اَوْصٰی بَرِیْدَۃُ اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَتَانِ.

’’یعنی علامہ خطابی نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کا ان دونوں کی قبروں پر جریدہ رکھنا اس بات پر محمول ہے کہ اشیاء جب تک اپنے اصل خلقت اور سبزی وتری پر رہتی ہے‘ تو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں‘ یہاں تک کہ اس کی رطوبت خشک ہو‘ یا اس کی سبزی جاتی رہے‘ یا اصل سے وہ چیز قطع کردی جائے‘ اور خطابی کے سوا دیگر علماء نے فرمایا کہ جب بسبب تسبیح شاخ خرما ان دونوں مردوں سے عذاب میں تخفیف کی گئی‘ تو مومن کے قرآن شریف پڑھنے کے سبب کس قدر تخفیف ہوگی؟ اور یہ حدیث مسلمانوں کی قبروں کے پاس درخت لگانے کی اصل ہے۔

اور ابن عساکر نے بطریق حماد بن سلمہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث شریف بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر گزرے اور قبر والے شخص پر عذاب کیا جارہا تھا تو حضور ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ لے کر اس کو اس قبر پر گاڑ دیا‘ اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی‘ اللہ تعالیٰ اس مردہ سے عذاب اٹھالے گا‘ اور ابو برزہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں مروں تو میری قبر میں کھجور کی دو شاخ تر رکھنا۔

قتادہ کہتے ہیں اتفاق وقت کہ ان کا انتقال کرمان اور قومس کے درمیان ایک میدان میں ہوا‘ لوگوں نے کہا‘ ان کی وصیت یہ تھی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھیں‘ اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں کھجور کی شاخ نصیب نہیں بس‘ ہم لوگ اسی

حیص بیص میں تھے کہ سجستان کی طرف سے ایک جماعت آتی ہوئی نظر آئی، ان کے ساتھ کھجور کی شاخیں تھیں، لوگوں نے ان سے دو شاخیں لیں اور ان دونوں کو حضرت ابو برزہ کے ساتھ ان کی قبر میں رکھا۔

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ، ص ۲۰۰، میں اس حدیث بخاری کے متعلق، سوال کے جواب میں تحقیق و تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

وَبِمَا قَرَّرْتُهُ يُعْلَمُ اَنْ يُّسن لِكُلِّ احدٍ اتباعًا لَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ الْاَصْلَ فِیْ اَفْعَالِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاسِىْ اِلَّا مَادَلَّ دَلِيْلٌ عَلَى الْخُصُوْصِيَّةِ ولَا دَلِيْلَ هٰهُنَا فندب التاسی به صلی الله علیه وسلم فی ذلک.

"اور جو کچھ میں نے تقریر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے لیے منسون ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں قبر پر شاخ تر خرما کی رکھے، اس لیے کہ اصل حضور ﷺ کے افعال میں اقتداء کرنا ہے، ہاں! جب کوئی دلیل خصوصیت کی ہو، تو البتہ مخصوص ہوگا، اور اس جگہ کوئی دلیل تخصیص نہیں، تو اس مسئلہ میں حضور اقدس ﷺ کی اقتداء کرنا مندوب و مستحسن ہوگا۔"

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ اس حدیث سے علماء کرام نے تین مسئلے استنباط فرمائے ہیں۔ اوّل، یہ کہ قبر کے پاس قرآن شریف کی تلاوت مستحب و مندوب ہے، ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ا، ص ۲۸۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

واستحب العلماء قِرَاءَةَ القُرآنِ عندالقبر لهذا الحديث اوتِلَاوَةَ الْقُرآنِ اَوْلٰى بِالتَّخْفِيْفِ من تسبيح الجَرِيْدِ وَقَدْ ذَكَرَالْبُخَارِیُّ ان بريدة بنَ الخصيب الصحابی اَوْصٰى ان يجعلَ فِیْ قبره جريدتان فكانه تبرّكٌ بِفِعْلِ مِثْلِ فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم.

یعنی علماء نے اس حدیث سے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب بتایا ہے' اس لیے کہ قرآن شریف کی تلاوت تخفیف عذاب میں تسبیح جریدہ سے ضرور اولی ہے اور بخاری نے ذکر کیا کہ بریدہ بن خصیب صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں کھجور کی رکھی جائیں' تو گویا انہوں نے مثل فعل رسول ﷺ سے برکت لینا چاہا۔"

عینی شرح بخاری' جلد اوّل' ص ۸۷۴ میں ہے:

واستحب العلماء قراءة القرآن عندالقبر لهذا الحديث لانه' اذا كان يُرْجِىٰ التخفيف بتسبيح الجريد فتلاوة القرآن اَوْلٰى.

"یعنی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب قرار دیا' اس لیے کہ جب تسبیح جریدہ سے تخفیف عذاب کی امید ہے' تو تلاوت قرآن سے تخفیف عذاب بدرجہ اولیٰ ہوگی۔"

شرح احیاء العلوم علامہ سید مرتضٰی زبیدی' جلد ۱۰' ص ۳۶۹ میں ہے:

قال السيوطى فى شرح الصدور وَاَمَّاقِرَاءةُ الْقُرآنِ على القبر فجزم بمشروعيتها اصحابنا وغيرهم قال الزعفرانى سألت الشافعى عن القراءة عند القبر فقال لابأسَ به وقال النووى فى شرح الُمهذَّبِ يستحب لِزَائِرِ القُبُورِ ان يَقْرَءَ مَاتَيَسَّرَ من القران ويدعولهم عَقِبَهَا نص عليه الشافعى واتفق عليه الاصحاب' زاد فى موضع اخرو ان خَتَمُوا القرآن على القبر كَانَ اَفْضَلُ

وقد سُئِلَ الشمس محمد بن على بن محمد بن عيسىٰ العَسْقَلاَنِىُّ الكِنَانِىُّ السَّمنودِىُّ الشافعىُّ عرف بابن القطان المتوفى ۸۱۳ ھ وهو من مشائخ الحافظ ابن حجر عن مسائل' فاجاب ومنها وهل يصل ثواب القراةِ للميت اَمْ لاَفَاَجَابَ عنها فِىْ

رِسَالَةٍ سَمَّاهَا "اَلْقَوْلُ بِالاحسَانِ الْعَمِيْمِ فِىْ اِنْتِفَاعِ الْمَيِّتِ بِالْقُرآنِ الْعَظِيْمُ" وانا اذكر منها مايليق بالمقام مع الاختصار

قال رحمة الله اختلف العلماء فى ثواب القراة الميت فذهب الاكثرون الى المنع وهو المشهور من مذهب الشافعى ومالك ونقل عن جماعة من الحنفية وقال كثير منها يصل وَبِهِ قال الامام احمد بعد ان قال القَراءَةُ على القبر بِدعَة بل نقل عنه انه يصل الى الميت كل شئى من صدقةٍ وصلاة وحجٍ وصوم واعتكافٍ وقراءةٍ وذكرو غير ذلك ونقل ذلك عن جماعَةٍ مِنَ السلف ونقل عن الشافعى انتفاع الميت بالقراء ة على قبره و اختار شيخنا شهاب الدين بن عقيل وَ تَوَاتُرَ اَنَّ الشافعى زارالليث بن سعد واثنى عليه خيرا وَقَرَءَ عنده ختمةً وقال ارجوان تدومَ فكان الامر كذلك وقال القرطبى قد استدل بعض علمائنا على قراء ة القرآن على القبر بحديث العَسِيْبِ الرطب الذى شَقَّهُ النَبِىُّ صلى الله عليه وسلم باثنين ثم غرس على قبر نصفا وعلى قبر نصفا وقال لعله يُخَفِّفَ عنهما مالم ييسبا رواه الشيخان قال و يستفاد من هذا غرس الاشجار' وقراء ة القرآن على القبوروا ذا خفف عنهم بالاشجار فكيف بِقَرَاةِ الرجل المومن القرآن

وقال النووى استحب العلماء قراءة القرآن عندالقبر وواستانسوا الذلك بحديث الجريد تين و قالوا اذا وصل النفع الى الميت بتسبيحهما حال رطبوتهما فانتفاع الميت بقراء ة القرآن عندقبره اَوْلٰى فان قراءة القرآن من انسان اعظم و انفع من السسبيح من عودا.

"یعنی امام جلال الدین سیوطی "شرح الصدور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا قبر پر پڑھنا' تو ہمارے اصحاب اور دوسروں نے اس کے مشروع ہونے کا یقین کیا امام زعفرانی نے کہا' کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کا مسئلہ پوچھا' آپ نے فرمایا: اس میں مضائقہ نہیں۔ علامہ نووی نے شرح مہذب میں فرمایا کہ زائر قبور کے لیے مستحب ہے کہ جس قدر باسانی قرآن شریف پڑھ سکے' اتنا قرآن پڑھے' اس کے بعد مردوں کے لیے دعا کرے' امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس پر نص فرمائی: اور دوسری جگہ اس قدر اور زیادہ کیا کہ اگر ایک ختم قرآن کامل کریں تو اور بہتر ہے۔

اور علامہ شمس محمد بن علی عسقلانی کنانی سمنودی شافعی استاذ علامہ عصر حافظ ابن حجر عسقلانی معروف بہ ابن القطان (متوفی ۸۱۳ھ) سے چند مسئلے دریافت کیے گئے' تو آپ نے ان کے جوابات دیئے' منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا قرآن شریف پڑھ کر بخشنے سے مردہ کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "القول بالاحسان العمیم فی انتفاع المیت بالقرآن العظیم" رکھا اور ہم اس سے تھوڑا سا حسب مناسبت مقام' اختصار کے ساتھ اس جگہ ذکر کرتے ہیں۔

مردے کو قراءۃ قرآن شریف کا ثواب پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے' اکثر لوگ منع کی طرف گئے ہیں اور یہی مشہور مذہب امام شافعی کا ہے' اور امام مالک و جمہور حنفیہ سے منقول ہے اور اکثر حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ میت کو قرات کا ثواب پہنچتا ہے' امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں' البتہ پہلے یہ کہتے تھے کہ قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے' بلکہ ان سے منقول کہ مردے کو سب کچھ پہنچتا ہے۔ صدقہ' نماز' حج' روزہ' اعتکاف' قراہ قرآن' ذکر وغیرہ اور اسے سلف صالحین

کی ایک جماعت سے نقل کیا اور قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے میت کا نفع اٹھانا امام شافعی سے منقول ہے' اور اسی کو ہمارے استاذ شہاب الدین عقیل نے پسند فرمایا اور امام شافعی سے متواتر طریقہ پر ثابت ہے کہ انہوں نے لیث بن سعد کی قبر کی زیارت کی' اور ان کی تعریف بیان کی' اور وہاں ایک ختم قرآن شریف پڑھا' اور فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ یہ قرات ہمیشہ جاری رہے' پس ویسا ہی واقع ہوا۔

علامہ قرطبی نے کہا کہ بعض علماء نے قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے جواز پر شاخ خرما والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے شاخ خرما کو دو نصف کیا اور ایک نصب ایک قبر پر اور دوسرا دوسرے پر نصب کیا اور فرمایا کہ جب تک یہ دونوں تر رہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں مردوں پر عذاب میں تخفیف فرمائے گا' اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا اور کہا کہ اس حدیث سے قبر پر درخت کا نصب کرنا اور قرآن شریف پڑھنا مستفاد ہوتا ہے کہ جب شاخ درخت کی وجہ سے تخفیف عذاب ہو تو قرآن مجید کے مفید ہونے کا کیا کہنا۔

علامہ نووی نے فرمایا کہ علماء نے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب جانا اور حدیث "جریدتین" سے استدلال کیا اور فرمایا کہ جب شاخ تر کی تسبیح سے مردہ کو فائدہ ہوتا ہے' تو قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے سے نفع ہونا بدرجہ اولیٰ ہے اس لیے کہ انسان کا قرآن شریف پڑھنا لکڑی کی تسبیح کرنے سے رتبہ میں اعظم اور فائدہ میں انفع ہے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ علامہ ابن قطان کا "فَذَهَبَ الْاَكْثَرُوْنَ اِلَى الْمَنْعِ" فرمانا محل نظر ہے' اس لیے کہ علماء راسخین کی تحقیق وتصریح کے خلاف ہے۔

ملا علی قاری علیہ رحمتہ اللہ الباری' مرقات شرح مشکوٰۃ' جلد ۲' ص ۳۸۲ میں فرماتے ہیں:

اختلف فی وصول ثواب القرآن للمیت فجمهور السلف الائمة الثلثة علی الوصول وخالف فی ذلک امامنا الشافعی مستدلا بقوله تعالی "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى" و اجاب الاولون عن الاية بوجوه

احدها' انها منسوخة بقوله تعالی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُم الايه ادخل الابناء الجنة بصلاح الاباء

الثانی' انها خاصة بقوم ابراهیم و موسی علیهما الصلاة و السلام فاماهذه الامة فلها مَاسَعَتْ وَمَا سَعٰى بِهَا قاله عكرمة

الثالث' المراد بالانسان هھنا الكافر فاما المومن فله ماسعی وماسعی لها قاله الربيع ابن انس.

الرابع' لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى من طریق العدل فاما من باب الفضل فجائز ان یزیده الله ماشاء قال الحسین بن فضل

الخامس' اِنَّ اللَّامَ فِيْ لِلْاِنْسَانِ بِمَعْنٰى عَلٰى ای لَيْسَ عَلَى الْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى واستدلوا علی الوصول بالقیاس علی الدعاء والصدقة والصوم والحج والعتق فانه لافرق فی نقل الثواب بین ان یکون عن حج اوصدقة او وقف اودعاء اوقرائة

وبالاحادیث المذکوه وهی وان کانت ضعیفة فمجموعها تدل علی ان لذلک اصلا وان المسلمین ماذا الوافی کل مصر و عصر یجتمعون ویقرء ون لموتاهم من غیرنکیر فکان ذلک اجماعا ذکر ذلک کُلَّهُ الحافظ شمس الدین بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی فی جزء اَلْفِهٖ فی المسئلة ثم قال السیوطی واما القراء ة علی القبر فجزم بمشروعیتها اصحابنا وغیرهم.

"یعنی امام سیوطی فرماتے ہیں مردے کو قرآن شریف کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے۔ جمہور سلف اور ائمہ ثلثہ کا یہ مذہب ہے کہ پہنچتا ہے' اور ہمارے امام شافعی نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اور اس آیت کے ساتھ استدلال کیا کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی اور پہلے مذہب والوں نے اس کے پانچ جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے' کہ یہ آیت منسوخ ہے' ناسخ اس کا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ ہے' تو اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ آباء کی صلاح کی وجہ سے اولاد جنت میں جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے' کہ یہ حکم حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی امت کا ہے' لیکن امت محمدیہ کے لیے دونوں ہیں جو اس نے سعی کی اور جو اس کے لیے سعی کی گئی' یہ قول عکرمہ کا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے' کہ اس جگہ انسان سے کافر مراد ہے' لیکن مومن کے لیے جو وہ سعی کرے اور جو اس کے لیے سعی کی جائے یہ قول ربیع بن انس کا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے' کہ انسانوں کے لیے بطریق عدل وہی ہے جو اس نے کیا۔ البتہ بطریق فضل و احسان جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قدر زائد دے' یہ قول حسین بن فضل کا ہے۔

پانچواں جواب یہ ہے' کہ لیس للانسان میں لام بمعنی علی ہے' یعنی انسان پر مواخذہ نہیں مگر اسی کا جو اس نے کیا اور پہلی جماعت اپنے مذہب پر (یعنی ثواب مردے کو پہنچتا ہے) یہ دلیلیں پیش کرتی ہیں اوّل دعا' صدقہ' روزہ' حج آزاد کرنے پر قیاس ہے' تو ان میں اور قرآت قرآن میں کوئی فرق نہیں' کہ ان سب چیزوں کا ثواب پہنچے اور قرات قرآن کا ثواب نہ پہنچے۔

دوم اس قیاس کے علاوہ ان احادیث سے دلیل لاتے ہیں جو مذکور ہوئیں اور یہ حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان سب کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوتی

ہے کہ اس کی اصل ہے' اور بلاشبہ مسلمان ہر زمانہ اور ہر شہر میں برابر بلا انکار' جمع ہونے اور اپنے مردوں کے قبر' پر قرآن پڑھا کرتے ہیں' تو یہ اس فعل پر اجماع ہوا' یہ سب کچھ حافظ شمس الدین بن عبدالواحد مقدسی حنبلی نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے' جو خاص اسی مسئلہ کے متعلق تصنیف کیا' امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے مشروع ہونے پر ہمارے اصحاب اوران کے غیر نے جزم ویقین کیا۔

توان تمام عبارات وتصریحات سے واضح ہوا کہ میت کے لیے قرآن شریف پڑھنے کا مشروع ہونا' نہ صرف آئمہ ثلثہ' بلکہ چاروں اماموں کا مذہب ہے۔ پھر علامہ ابن قطان کا فذهب الاكثرون الى المنع' کہنا کس طرح قابل قبول ہوسکتا ہے؟

نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں

دوسرا مسئلہ جواس حدیث سے علماء نے استنباط فرمایا وہ یہ ہے کہ نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں اوراس سے میت کوانس حاصل ہوتا ہے' اس لیے قبرستان سے سبز گھاسوں کا اکھاڑنا' کاٹنا ممنوع ومکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

ويكره قطع الحشيش الرطب من المقبرة فان كان يابسا لاباس به لانه مادام رطبا يسبح فيونس الميت وعن هذا قالوا لايستحب قلع الحشيش الرطب من غير الحاجة.

"یعنی قبرستان سے تر گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے' اس لیے کہ وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے اوراس کی وجہ سے مردہ سے عذاب دفع ہوتا ہے' اور مردہ کوانس ہوتا ہے' اوراس بنا پر کفار کے مرگھٹ سے اور خشک گھاس کا کاٹنا مکروہ نہ ہوگا' اوراس بارے میں صحیح حدیث آئی ہے"

فتاویٰ بزازیہ کتاب الکراہیۃ میں ہے:

قطع الحشيش من المقابر يكره لانه يسبح و يندفع به العذاب من

المیت وعلی هذا لایکره من مقابر الکفار وقطع الیابس و به و

ردالحدیث الصحیح.

''یعنی قبرستان سے گھاس کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور مردے سے عذاب دور ہوتا ہے' اسی بناء پر کفار کے قبرستان سے گھاس کاٹنا اور مسلمانوں کے قبرستان سے خشک گھاس کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے منقول ہے:

ویکره قطع الحطب والحشیش من المقبرة فان کان یابسالاباس به کذافی فتاوی قاضی خان.

تر گھاس کا قبر سے کاٹنا مکروہ ہے' اگر خشک ہے تو ہرج نہیں۔

علامہ شامی ردالمختار میں جلد اوّل' ص ۸۴۶' میں تحریر فرماتے ہیں:

یکره ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحروالدررو شرح المنیة وعلله فی الامداد بانه مادام رطبا یسبح الله فیونس المیت وتنزل بهذه الرحمة. اونحوه فی الخانیه.

''یعنی تر گھاس اور سبزی کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے' نہ خشک کا' جیسا کہ بحرالرائق اور درر اور شرح منیہ میں ہے' اور اس کی علت امداد الفتاح میں یہ بیان کی گئی ہے کہ گھاس جب تک تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے' اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے' اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے' اسی کے مثل فتاویٰ خانیہ میں ہے۔

مزارات پر پھول چڑھانا جائز ہے

تیسرا مسئلہ علماء کرام نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ پھول وغیرہ قبروں پر رکھنا جائز ہے۔ ملا علی قاری' مرقات شرح مشکوٰۃ' جلد ۲' ص ۳۸۲ میں اس حدیث کے تحت

میں فرماتے ہیں:

وقد انکر الخطابی مایفعله الناس علی القبور من الاخواص ونحوها بهذا الاحدیث وقال لااصل له.

''لوگ قبروں پر کھجور کی شاخ جو اس حدیث کی رو سے رکھ دیتے ہیں، خطابی نے اس سے انکار کر کے کہا، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ خطابی کا یہ قول ذکر کر کے اس طرح رد کرتے ہیں:

واما انکار الخطابی وقوله لااصل له ففیه بحث واضح اذ هذا الحدیث یصلح ان یکون اصلاله ثم رایت بن حجر صرح به وقال قوله لااصل له ممنوع بل هذا الحدیث اصل اصیل له ومن ثم افتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتبد من وضع الریحان والجرید سُنَّةٌ لِهٰذَا الْحَدِیْث.

''یعنی علامہ خطابی کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اس کی اصل نہیں، اس پر کھلا ہوا اعتراض ہے، اس لیے کہ یہ حدیث اس کی اصل ہو سکتی ہے، پھر میں نے علامہ ابن حجر کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی تصریح فرمائی، اور کہا کہ خطابی کا لا اصل لہ کہنا ممنوع ہے، بلکہ یہ حدیث اس کی زبردست دلیل ہے۔ اسی وجہ سے بعض متاخرین آئمہ نے فتویٰ دیا کہ لوگوں میں جو مروج ہے کہ خوشبو، پھول اور کھجور کی شاخ قبر پر رکھا کرتے ہیں، وہ اسی حدیث سے سنت ہے۔

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت اوپر گزری:

اوان المعنی فیه انه یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح وحینئذ فَیَطَّرِدُفِی کل مافیه رطوبة من الریاحین والبقول وغیرها.

یا اس کی یہ وجہ ہے کہ شاخ جب تک تر رہے گی، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی، تو تسبیح

کی برکت سے مردہ پر تخفیف ہوگی، پس اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تری ہے عام ہوگی، گھاس ہو یا پھول وغیرہ۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وضع الوردو الریا حین علی القبور حسن.

گلاب کا پھول یا اور خوشبو، پھول کا قبر پر رکھنا بہتر ہے۔

تصحیح المسائل، ص ۲۰ میں ہے:

فی کنز العباد وفتاوی غرائب وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانه مادام رطبا یُسَبِّحُ وَیَکُوْنُ لِلْمَیِّتِ بِتَسْبِیْحَةِ انس.

یعنی کنز العباد اور فتاویٰ غرائب میں ہے کہ گلاب کا پھول اور دوسرے پھولوں کا قبور پر رکھنا حسن ہے، اس لیے کہ وہ جب تک تروتازہ ہے، خدا کی تسبیح کرتا ہے اور اس سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ علماء کرام کی انہیں تصریحات کی بنا پر مسلمانوں میں رواج ہے کہ بزرگوں کے مزار پر پھول کی چادر چڑھاتے، یا پھولوں کا ہار ڈالتے، یا بے گوندھا پھول قبروں پر رکھتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ اس جگہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حدیث شریف میں وضع جریدہ کی وجہ ان دونوں کا معذب ہونا ہے، تو تخفیف عذاب کے لیے حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا، اور اس زمانہ میں گناہگاروں کی قبر پر کوئی ہار پھول نہیں ڈالتا، بلکہ برعکس بزرگوں کے مزار پر یہ چڑھاوا ہوتا ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ تخفیف عذاب بوجہ تسبیح جریدہ ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور تسبیح کا اصل فائدہ، نزول رحمت وانس میت ہے اور ہر شخص کو ہر حال میں اس کی ضرورت ہے کوئی کسی مرتبہ پر پہنچ جائے، مگر رحمت باری سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتا ہر شخص کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے، گنہگار معذب کے لیے تخفیف یا دفع عذاب اور مرحوم مغفور کے لیے رفع مراتب وترقی درجات ومزید اجر وثواب ہے، اور کوئی شخص اس کو مشائخ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتا۔

چودھواں طریقہ:

دفن کے بعد سرہانے فاتحہ بقرہ اور پائنتی میں خاتمہ سورۂ بقرہ پڑھنا

عن عبدالرحمن بن العلاء ابن البحلاح عن ابیه انه اوصی اذا دفن ان یقرء عند راسه فاتحة البقرة وخاتمتها وقال سمعت ابن عمر یوصی بذلک ئکذا اورده القرطبی فی التذکرة)

''عبدالرحمٰن بن علاء اپنے والد سے راوی کہ انہوں نے وصیت کی' کہ ان کے دفن کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں یعنی الم سے مفلحون تک اور خاتمہ بقرہ یعنی امن الرسول سے ختم سورۃ تک پڑھا جائے' اور کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا کہ اس کی وصیت کرتے تھے۔''

شرح احیاء العلوم ص ۳۷۰ میں ہے:

وعنه قال قال لی ابی یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم الله وفی سبیل الله وعلی ملة رسول الله ثم شن علی التراب شنائم اقرء عند راسی بفاتحة البقرة واخاتمتها فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذلک (رواه الطبرانی)

''یعنی عبدالرحمٰن بن علا کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا' کہ میرے بیٹے جب تم مجھے قبر میں رکھو' تو بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر رکھنا' پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا' پھر میرے سرہانے فاتحہ بقرہ وخاتمہ بقرہ پڑھنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے۔

وعن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا مات احدکم ولا تحبسوه لا و اسرعوا به الی قبره و لیقرئه عند راسه بفاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة سورة البقرة (رواه

البیھقی فی شعب الایمان، مشکوۃ شریف، ص ۱۴۹)

''یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے ہیں جب تم میں کوئی شخص مرے، تو اسے مت روکو، اور جلدی اس کو قبر تک لے جاؤ، اور اس کے سرہانے فاتحہ بقرہ اور پائنتی خاتمہ سورۂ بقرہ پڑھو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف، جلد ۲، ص ۳۸۱ اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

(عند راسه فاتحة البقرة) ای الی المفلحون (وعند رجليه بخاتمة) وفی نسخة خاتمة (البقرة) ای من امن الرسول الخ قال الطيبی لعل تخصيص فاتحتها لاشتمالها علی مدح كتاب الله وانه هدی للمتقين الموصوفين بالخلال الحميدة من الايمان بالغيب واقامة الصلاة وايتاء الزكاة وخاتمتها لاحتوائها علی الايمان بالله و ملائكته و كتبه ورسله واظهار الاستكانة و طلب الغفران والرحمة والتولی الی كنف الله تعالی وحمايته.

یعنی فاتحہ البقرہ سے مراد الم سے مفلحون تک اور خاتمہ سے مراد امن الرسول سے آخر سورہ تک ہے علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تخصیص فاتحہ بقرہ کی یہ وجہ ہے کہ وہ مشتمل ہے اللہ کی کتاب کی تعریف پر، اور اس کا بیان ہے کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو ان صفات حمیدہ سے موصوف ہیں یعنی غیب پر ایمان لانا نماز پڑھا کرنا زکوٰۃ دیتے رہنا، اور خاتمہ بقرہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ مشتمل ہے ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل پر اور اپنی عاجزی اور طلب مغفرت و رحمت اور اللہ کی جوار اور اس کی حمایت میں آنے کا ذکر ہے، اس لیے فاتحہ و خاتمہ بقرہ سے سب باتوں کی یاددہانی ہو جائے گی۔

پندرھواں طریقہ:

قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے

عن عمرو بن العاص قال لابنه وهو في سياق الموت اذا انامت فلا تصاحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فشنوا على التراب شنا ثم اقيموا حول قبري قدر ماينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم و اعلم ماذا اراجع رسل ربي. (رواه مسلم ص ۷۶' و مشكوة شريف' ص ۱۴۹)

"یعنی مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کو اپنے انتقال کے وقت فرمایا: کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی عورت نہ جائے' اور نہ آگ ہو' جب مجھ کو دفن کر چکو' تو آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالو' پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے تا کہ تم لوگوں کے رہنے سے انس حاصل کروں' اور جانوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔"

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ جلد ۲' ص ۳۸۱ میں فرماتے ہیں:

(حتى استانس بكم) اى بدعائكم واذكاركم وقراءتكم واستغفاركم.

"یعنی تم لوگوں سے انس کا مطلب تمہاری دعا' تمہارے اذکار' اور تمہاری قرات' تمہارے استغفار سے انس حاصل کرنا ہے۔"

یعنی چاہیے کہ اتنی دیر تک خاموش بیٹھے نہ رہیں' بلکہ دعا کریں' اللہ و رسول کا

تذکرہ کریں، قرآن شریف کی تلاوت کریں، مغفرت کی دعا کریں۔

علامہ نووی ص ۷۶ شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

منها استحباب المكث عندالقبر بعد الدفن لحظة نحو ماذكر لما ذكروفيه ان الميت حينئذ يسمع من حول القبر.

"یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دفن کے بعد اتنی دیر تک جس کا بیان حدیث شریف میں ہے، موانست میت کے لیے اور تصحیح خیال و دماغ کے لیے قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مردہ گردوپیش کی باتیں سنتا ہے۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی، شرح احیاء العلوم جلد ۱۰، ص ۳۶۹، میں فرماتے ہیں:

وقال ابوبكر الاجرى يستحب الوقوف بعدالدفن قليلا والدعاء للميت مستقبلا وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدك وانت اعلم به مناولا نعلم الاخيرا وقدا جلسته لتساله اللهم فثبته بالقول الثابت فى الاخرة كما ثبته فى الدنيا اللهم ارحمه والحقه بنبيه ولاتفتنا بعده ولا تحرمنا اجره.

"ابوبکر اجری نے کہا کہ دفن کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا، اور میت کے لیے اس کی طرف متوجہ ہو کر دین اسلام پر ثابت رہنے کی دعا کرنا مستحب، ہے اور دعا میں یہ کہنا چاہیے کہ خداوندا! یہ تیرا بندہ ہے، اور تو اس کے حال کو مجھ سے بہت زیادہ جانتا ہے، جہاں تک ہمیں علم ہے، ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے، اس وقت تو نے اسے سوال کے لیے بٹھایا ہے، خداوندا! تو اسے آخرت میں قول پر ثابت رکھ جس طرح دنیا میں ثابت رکھا ہے، میرے مولیٰ! تو اس پر رحم کر، اور اس کو اس کے نبی اکرم ﷺ سے ملا اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر، اور نہ اس کے اجر سے محروم کر۔

سولہواں طریقہ:

زیارت قبور سے اہل قبر کو انس ہوتا ہے

زیارت قبور کرنا خصوصاً اپنے اعزہ واقارب اور جانے پہچانے شخص کی قبر پر جانا کہ اس سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی' شفاء السقام' ص ۶۵ و امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں تحریر فرماتے ہیں' سید عالم ﷺ نے فرمایا:

انس ومایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا.

"قبر میں مردہ کا زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے جب زیارت کو وہ شخص آئے جسے دنیا میں دوست رکھتا تھا۔"

"ابن ابی الدنیا' کتاب القبور میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی' حضور پرنور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:"

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ استانس و ردعلیہ حتی یقوم.

"جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جائے' اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ مردہ اس سے انس حاصل کرتا ہے' اس کا دل اس کے بیٹھنے سے بہلتا ہے' اور جب تک وہ شخص اس کے پاس سے اٹھے اس کا جواب دیتا ہے۔

ابوالشیخ ودیلمی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

مامن رجل یزو رقبر اخیہ فیسلم علیہ ویقعد عندہ الا ردعلیہ

السلام وانس به حتى يقوم من عنده.

''یعنی جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کو جائے اور اسے سلام کرے اور اس کے پاس بیٹھے' تو اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور مردہ' کا اس سے جی بہلتا ہے' جب تک کہ وہ شخص اس کے پاس سے اٹھ آئے۔''

بیہقی ابوالدردا' ہاشم بن محمد سے راوی ہیں:

قال سمعت رجلا من اهل العلم يقول انه كان يزور قبر ابيه فطال عليه ذلك قال فقلت ازور التراب فاريته فى منامى فقال يابنى مالك لا تفعل كما كنت تفعل فقلت ازور التراب فقال لا تقل ذلك يابنى فوالله لقد كنت تشرف على فيشيرنى بك جيرانى ولقد كنت تنصرف فما ازال اراك حتى تدخل الكوفة. (شرح احياء العلوم' ص ٣٦٧)

''ہاشم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک اہل علم کو کہتے سنا' کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو برابر جایا کرتے تھے' جب زمانہ دراز ہوا' تو انہوں نے کہا کہ مٹی کی زیارت کو جاؤں' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا' فرماتے ہیں' اے میرے بیٹے! تم اب زیارت کو کیوں نہیں آتے جس طرح پہلے آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا کہ کیا میں مٹی کی زیارت کے لیے آؤں؟ والد صاحب نے فرمایا: نہیں بیٹا' ایسا نہ کہو خدا کی قسم! تم جس وقت آتے ہوئے' دکھائی دیتے تھے' اس وقت میرے پڑوسی تمہارے آنے کی بشارت وخوشخبری دیتے تھے' اور جب تم واپس ہوتے تھے' میں تم کو برابر دیکھتا رہتا تھا' یہاں تک کہ تم کوفہ شہر میں داخل ہو جاتے تھے۔

شرح احیاء العلوم ص ۳۶۷ میں ہے:

وروی ایضا عن الفضل ابن الموفق ابن خال سفیان بن عیینة قال لمامات ابی جزعت جزعا شدید افکنت آتی قبره فی کل یوم ثم انی قصرت عن ذلک فرایته فی النوم فقال یابنی ماابطاء بک عنی قلت وانک تعلم بمجیئی قال ماجئت مرة الاعلمتها وقد کنت تاتینی فاسربک ویسرمن حولی بدعائک قال فکنت اتیته بعد کثیرا.

''یعنی فضل بن موفق' سفیان بن عیینہ کے ماموں زاد بھائی' کہتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا' میں سخت غمگین اور پریشان ہوا' بہت زیادہ جزع فزع کیا' تو میں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا تھا' پھر میں نے اس میں کچھ کوتاہی کی' تو ان کو خواب میں دیکھا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! کیوں تجھے مجھ سے دیر ہونے لگی؟ میں نے کہا کہ کیا آپ کو میرے آنے کا علم ہوتا ہے؟ فرمایا: نہیں آئے تم کبھی مگر میں نے جانا یعنی جب تم آئے' مجھے ضرور اس کا علم ہوا' اور جب تم آتے تھے' تو میں تمہارے آنے کی وجہ سے خوش ہوتا تھا اور تمہاری دعا کی وجہ سے میرے گردو پیش کے لوگ مسرور ہوتے تھے فضل بن موفق نے کہا کہ یہ سن کر میں بہت زیادہ جانے لگا۔

اسی شرح احیاء العلوم میں دوسری جگہ مذکور ہے کہ:

قال الحافظ ابو طاهر السلفی سمعت ابا البرکات عبدالواحد بن عبدالرحمن بن غلاب السوسی بالاسکندرية یقول سمعت والدتی تقول رایت امی فی المنام بعد موتها وهی تقول یابنتی اذا

جئتنی زائرۃ فاقعدی عند قبری ساعۃ املی من النظر الیک ثم ترحمی علی الخ.

’’حافظ ابو طاہر سلفی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالبرکات عبدالواحد سوسی سے اسکندریہ میں سنا وہ کہتے تھے، میں نے اپنی والدہ سے سنا کہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا، وہ کہتی تھیں کہ میری بیٹی! جب تو میری زیارت کے لیے میرے پاس آیا کرے تو ایک گھنٹہ میری قبر کے پاس بیٹھی رہ، تاکہ میں جی بھر کر تجھ کو دیکھوں، پھر میرے لیے رحمت کی دعا کر۔ واللہ الموفق۔

سترھواں طریقہ:

اخیر شب قبرستان جاکر مردوں کے لیے دعا کرنا

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ماتوعدون غدا موجلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد“ (رواہ مسلم، ص ۳۱۳)

’’مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ جب رسول اللہ ﷺ میری باری میں تشریف لاتے، اخیر شب مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے ’’تم پر سلام ہو اے گھر مسلمانوں کے اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور انشاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، خداوندا! بقیع الغرقد والوں کے گناہ کو تو بخش

دے۔"

علامہ نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فیه فضیلة الدعا اخر اللیل وفضیلة زیارة قبور البقیع.

"یعنی اس حدیث سے اخیر شب میں دعا کرنے کی خوبی بقیع والوں کی قبور کے زیارت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔"

وعن عائشة قالت الا احدثکم عنی وعن رسول الله صلی الله علیه وسلم قلنا بلی قال قالت لما کانت لیلتی التی کان النبی صلی الله علیه وسلم فیها عندی انقلب فوضع رداء ہ وخلع نعلیه فوضعها عند رجلیه وبسط طرف ازراه علی فراشه فاضطجع فلم یلبث الا ریث ماظن ان قد رقدت فاخذ رداء ہ روید اوانتعل روید او فتح الباب رویدا فخرج ثم اجافه روید! فجعلت درعی فی راسی واختمر ت وتقنعت ازاری ثم انطلقت علی اثره حتی جاء البقیع فقام القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهردل فهردلت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فلیس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالِک یاعائشة حشیارابیة قالت قلت لا شئی قال لتخبرینی اولیخبرنی اللطیف الخبیر قالت قلت یارسول الله بابی انت وامی فاخبرته قال فانت السواد الذی رایت امامی قلت نعم فلهدنی فی صدری لهدة اوجعتنی ثم قال اظننت ان یحیف الله علیک ورسوله قالت مهمایکتم الناس یعلمه الله نعم قال فان جبرئیل اتانی حین

رایت فنادانی فاخفاہ منک فاجبتہ فاخفیتہ منک ولم یکن یدخل علیک وقد وضعت ثیابک وظننت ان قدرقدت فکرھت ان اوقظک وخشیت ان تستوحشی فقال ان ربک یامرک ان تاتی اھل البقیع فتستغفرلھم قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا و المستاخرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون' (رواہ مسلم' جلد اوّل' ص ۳۱۳)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی' انہوں نے کہا کہ کیا میں خبر نہ دوں اس بات کی جو مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں ہوئی ؟ ہم لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ یعنی آپ ہمیں ضرور خبر دیں' کہا کہ جب وہ رات ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف فرما تھے' تو آپ مردانہ سے یہاں آئے' تو اپنی چادر رکھی اور نعلین اتاری اور ان دونوں کو پائنتی میں رکھا اور اپنے تہبند کا ایک حصہ اپنی بچھاون پر بچھایا اور لیٹ گئے۔ پس نہیں ٹھہرے مگر فقط اتنی دیر کہ حضور ﷺ نے خیال کیا کہ میں سو رہی' پس اپنی چادر آہستہ آہستہ لی اور آہستہ آہستہ جوتا پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھولا' پھر باہر تشریف لے گئے' اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا' پس میں نے اپنی چادر سر پر رکھی اور اوڑھنی اوڑھی' تہبند باندھا اور حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ یہاں تک کہ حضور بقیع تشریف لائے' پس دیر تک وہاں ٹھہرے' پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دعا کے لیے اٹھایا' پھر حضور ﷺ راہ سے الگ ہوئے' تو میں بھی راہ سے الگ ہوئی' حضور تیز چلے تو میں بھی تیز چلی' حضور دوڑے تو میں بھی دوڑی' پس مکان میں تشریف لائے تو

میں بھی مکان میں آئی' پس ذرا پہلے میں پہنچی اور مکان میں داخل ہوئی تو فقط اتنی ہی دیر ہوئی کہ میں لیٹی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' تو میری سانس پھول رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا حال ہے تمہاری سانس چڑھ رہی ہے اور پیٹ پھولا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ ارشاد ہوا' یا تو تم مجھے خبر دو' ورنہ خداوند علیم وخبیر مجھے خبر دے گا' حضرت عائشہ نے کہا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں' یہ کہہ کر میں نے سارا حال بیان کر دیا۔ حضور نے فرمایا: تم ہی میرے آگے آگے آ رہی تھیں' میں نے کہا' ہاں! پس میرے سینہ میں ایک دو تھپڑ حضور ﷺ نے مارے جس سے مجھے تکلیف ہوئی' پھر ارشاد ہوا کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا (جب نہ کی بات رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اقرار کیا اور کہا کہ انسان جس چیز کو چھپائے' خدا اس کو جانتا ہے' ہاں! میرا ایسا ہی خیال ہوا تھا کہ حضور اور کسی بی بی کے یہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جبرئیل آئے جس وقت تم نے مجھے دیکھا تو جبرئیل نے مجھے آواز دی اور اس کو تم سے پوشیدہ کیا' تو میں نے جواب دیا اور تم سے چھپایا اور جب تم سونے کے لیے لیٹی ہوا اس وقت اندر نہیں آتے' میرا خیال ہوا کہ تم سو گئی۔ اس لیے میں نے تمہیں جگانا ناپسند کیا مجھے اندیشہ ہوا کہ تنہائی کی وجہ سے تم کو پریشانی ہوگی۔ جبرائیل نے کہا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ جنت البقیع تشریف لے جائیں اور ان لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم زیارت کے لیے جائیں تو کیا کہیں۔ ارشاد ہوا کہ تم اس طرح کہو السلام

علی اهل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم الله المستقدمین والمستاخرین وانشاء الله بکم للاحقون۔

علامہ نووی شرح مسلم میں اس کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں:

فیه دلیل لمن جوز للنساء زیارة القبور و فیها خلاف للعلماء.

"یعنی جو لوگ عورتوں کے لیے زیارت جائز جانتے ہیں یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔"

اٹھارہواں طریقہ:

جمعہ، جمعرات کے دن والدین اور بزرگوں کی قبر کی زیارت کی تخصیص

ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن واسع سے راوی کہ وہ جمعہ کے دن زیارت قبور کو جایا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اگر دوشنبہ تک ملتوی کرتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے کہا:

بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده.

"مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن قبل اور ایک دن بعد۔"

شرح احیاء العلوم ص ۳۶۶ میں ہے:

علماء کرام فرماتے ہیں یوم جانا تو ہر روز اور ہر وقت ہوتا ہے لیکن جمعہ کی بزرگی سے ان تین دنوں میں علم وسیع و کثیر ہوتا ہے۔ طبرانی معجم اوسط و صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی الدنیا کتاب القبور اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن النعمان سے مرسلاً راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر ابويه او احد همافى كل جمعة غفرله و كتب براً.

''جو شخص اپنے ماں باپ یا دو میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت جمعہ کے دن کیا کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور خدا کے یہاں وہ نیکوکار لکھا جائے گا اور ظاہر ہے کہ بار و مغفور کی دعا قبول ہوتی ہے۔''

تو جو شخص جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیارت کو جائے اور ان کے لیے دعا و استغفار کرے، تو وہ دعا بوجہ اس شخص کے مغفور ہونے کے ارجی بالقبول ہے:

قال رجل من ال عاصم الجحدرى رايت عاصما فى منامى بعد موته بسنين وفى روايتة بسنتين فقلت السس قدمت قال بلى فقلت فاين انت قال انا والله فى روضة من رياض الجنة انا ونفر من اصحابى نجتمع كل ليلة جمعة وصبيحتها الى ابى بكر بن عبدالله المزنى فنلاقى اخباركم قلت اجسامكم ام ارواحكم قال هيمات بليت الاجسام وانما فنلاقى الارواح قال قلت فهل تعلمون بزيارتنا اياكم قال نعم نعلم بها عشية الجمعة و يوم الجمعة كله، ويوم السبت الى طلوع الشمس قلت وكيف ذلك دون الايام كلها قال بفضل يوم الجمعة وعظمة (رواه ابن ابى الدنيا فى كتاب القبور والبيهقى فى شعب الايمان)

''یعنی آل عاصم جحدری سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے عاصم کو ان کے انتقال سے دو برس یا کئی سال بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کہ کیا آپ کا انتقال

نہیں ہوا؟ کہا کیوں نہیں؟ پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ کہا' بخدا! ہم جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری میں ہیں' میں اور میرے چند احباب ہم سب لوگ شب جمعہ وصبح جمعہ کو ابوبکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں تو تمہاری خبریں پاتے ہیں۔ اس خواب دیکھنے والے نے کہا کہ ہم لوگوں کی زیارت کرنے کو آپ جانتے ہیں' کہا' ہاں! شب جمعہ اور تمام دن جمعہ اور ہفتہ کو طلوع آفتاب تک' میں نے کہا کہ اور دنوں سے ان دنوں کی خصوصیت کیا ہے؟ بولے کہ جمعہ کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے۔

وقال الضحاک من زارقبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارته قیل له کیف ذاک قال لمکان یوم الجمعة (رواه ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور و البیهقی فی شعب الایمان)

''ضحاک نے کہا' جو شخص شنبہ کے دن قبل طلوع آفتاب کسی قبر کی زیارت کو جائے تو وہ مردہ اس کو جان لیتا ہے' کسی نے کہا' یہ کیونکر؟ کہا' روز جمعہ کی برکت سے۔''

عن عثمان بن سودة و کانت امه من العابدات و کان یقال لها راهبة قال لماماتت کنت آتیهافی کل جمعة فادعولها واستغفرلها ولاهل القبور فرایتها لیلة فی منامی فقلت یا امه کیف انت فقالت یابنی ان الموت لشدید کربه وانا بحمدالله فی برزخ محمود افترش فیه الریحان واتوسد فیه السندس والاستبرق فقلت الک حاجة قالت نعم فقلت ماهی قالت لاتدع ما تصنع من زیارتنا والدعاء لنا فانی انس بمجیئک یوم

الجمعة اذا اقبلت من الهلک زائرا فابشروا یبشر بذلک من حولی من الاموات. (رواہ ابن ابی الدنیا و البیھقی شرح احیاء العلوم، ص ۳۶۷، جلد ۱۰)

"یعنی عثمان بن سودہ سے روایت ہے اور ان کی ماں عابدہ تھیں جن کو لوگ راہبہ کہا کرتے تھے۔ عثمان نے کہا کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو میں ہر جمعہ کو ان کی زیارت کے لیے جاتا تھا، اور ان کی اور قبرستان والوں کے لیے دعا واستغفار کرتا تھا، ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ کہا، اے ماں! آپ کس طرح ہیں؟ کہا، اے میرے بیٹے! موت کی تکلیف سخت ہے اور خدا کے فضل سے میں پسندیدہ مقام میں ہوں۔ وہاں ریحان کا بچھاون ہے، سندس واستبرق کے گاؤ تکیے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کو کسی بات کی خواہش ہے؟ بولیں، ہاں! پوچھا کیا؟ کہا کہ تم جو میری زیارت ودعا کو آیا کرتے ہو، اس کو کبھی نہ چھوڑنا، تمہارے جمعہ کے دن آنے سے مجھے انس ہوتا ہے، دل بہلتا ہے، جب تم اپنے گھر سے میری زیارت کو آتے ہو تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور میرے گرد وپیش جو مردے ہیں سب مجھ کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں۔"

انیسواں طریقہ:

سال بہ سال ہر سرے سال پر زیارت کو جانا

عن عباد بن ابن صالح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قال وجاء ھا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان

رضی اللہ عنهم فلما قدم معاوية بن ابی سفيان حاجاجاء هم قال و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا واجہ الشعب قال سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین (رواہ ابن ثبہ' وفاء الوفاء' جلد ۲' ص ۱۱۲)

"یعنی ابن شبہ نے عباد بن ابی صالح سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سرے سال پر شہداء احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لایا کرتے اور سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار فرماتے۔ راوی نے کہا' حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا کرتے تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لیے آئے اور مدینہ طیبہ پہنچے' تو ان کے پاس آئے' راوی نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ جب گھاٹی کے سامنے آتے تو سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ فرماتے۔

وعن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا لقوہ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (رواہ ابن المنذر وابن مردویۃ)

"یعنی ابن منذر و ابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ ہر سال کوہ احد تشریف لایا کرتے جب گھاٹیاں سامنے آتیں تو شہداء احد کی قبروں کو سلام کرتے اور سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار فرمایا کرتے۔"

وعن محمد بن ابراهيم قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی

قبور الشهداء على راس كل حول فيقول سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار وابوبكر و عمرو عثمان (رواه ابن جرير)

"یعنی ابن جریر محمد بن ابراہیم سے راوی' رسول اللہ ﷺ ہر سرے سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لایا کرتے اور ان کو سلام کرتے اور اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی کرتے۔"

ان احادیث میں اگرچہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لیے جانا ثابت ہے مگر یہ طریقہ چاروں خلفاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا' امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر' جلد ۵' ص ۲۹۵ میں فرماتے ہیں:

وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان ياتى قبور الشهداء راس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الاربعه هكذا كانوا يفعلون.

"یعنی حضور اقدس ﷺ ہر سرے سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لاتے اور سلام فرماتے کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار اور خلفائے اربعہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔"

وروى ابن ابى شيبة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ياتى قبور الشهداء باحد على راس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار.

"یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ نبی ﷺ ہر سرے سال پر شہداء احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور سلام فرمایا کرتے۔ (رد المحتار' جلد اوّل' ص ۸۴۳)

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ ان حدیثوں میں حضور اقدس ﷺ و خلفائے راشدین کا دستور و طریقہ کہ ہر سرے سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جایا کرتے اور ان پر سلام کرتے، مسلمانوں کے اس فعل حسن و مندوب کی دلیل اور اصل اصیل ہے کہ ہر سال بزرگان دین کا عرس کرتے اور لوگ سال بسال بزرگوں کے مزاروں پر حاضر ہوا کرتے سلام و دعا، استغفار، و تلاوت قرآن شریف، صدقہ، و تقسیم شیرینی، و اطعام طعام کا ثواب ان لوگوں کو ایصال کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی کے اس اعتراض:

وعرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ، طعام و شیرینی در انجا تقسیم نمودہ مقابرر او ثنا یعبد می کنند.

"اپنے بزرگوں کے عرس میں خود پر فرض سمجھ کر ہر سال مزار پر جمع ہو کر وہاں کھانا اور شیرینی تقسیم کر کے قبروں کو بتوں کی طرح پوجتے ہیں۔"

کے جواب میں جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

عرس بزرگان خود راہ آہ ایں طعن مبنی ست بر جهل به احوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره راهیچکس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امدا ایشاں بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعا خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب ست باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آنست که ان روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب و الاهر روز که ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست و خلف را لازم ست که سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید چنانچه در احادیث مذکور ست که ولد صالح

یدعو لہ.

”اپنے بزرگوں کے عرس کو الخریہ اغراض یا اعتراض کیے ہوئے مسئلہ کے حالات نہ جاننے پر مبنی ہے' اس لیے کہ بجز شرعی فرائض مقررہ کے کوئی شخص عرس کو فرض نہیں جانتا ہے' ہاں صلحاء کے مزارات سے صرف شرکت اور زیارت اور ان کی امداد (ان کو ثواب' تلاوت قرآن' دعائے خیر' کھانا تقسیم کر کے اور شیرینی تقسیم کر کے امداد حاصل کرنا مستحسن اور امر خیر ہے جیسا کہ علماء کے اجماع سے ثابت ہے۔ البتہ عرس کا دن مقرر کرنا اس لیے ہوتا ہے کہ وہ دن محض ان کے دنیا سے دار آخرت کی جانب منتقل ہونے کا دن یاد رکھا جائے' ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو' باعث فلاح ونجات ہے اور خلف پر واجب ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح پر نیکی کرے جیسا کہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیک اولاد وہ ہے جو اپنے سلف کے لیے دعا کرے۔

اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر ”در منثور“ سے ابن منذر اور ابن مردویہ کی حدیث بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حدیث ابن جریر بروایت محمد بن ابراہیم جو اوپر مذکور ہوئیں' سند میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ ”زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح“ ص ۴۲

بیسواں طریقہ:

ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشا کہ اس سے امید مغفرت ہے۔ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲' ص ۱۰۲' میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی انه بلغنی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفر الله تعالی له ومن قیل له غفر له ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل

اظهر البکاء فسالته عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها فضحک فقال انی اراها الان فی حسن الماب فقال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشف بصحة الحدیث.

''یعنی سیدی شیخ اکبر محی الدین بن عربی نے فرمایا: مجھے حضور اقدس ﷺ سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے اتنی مرتبہ کہا جائے اس کی مغفرت ہو۔ میں نے لا الہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا' اور اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا' ان میں ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا' کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا' میں نے سبب پوچھا؟ کہا' اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں' میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا' اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوب' جلد ۲' ص ۲۷ مکتوبات چہارم دہم میں فرماتے ہیں:

بیاراں و دوستاں فرمایند که هفتاد هفتاد هزار بار کلمه لا اله الا الله بروحانیت اخوی خواجه محمد صادق و روحانیت مرحومه همشیره اوام کلثوم بخوانند و ثواب هفتاد هزار بار روحانیت یکے بخشند و هفتاد هزار بار دیگر رابروحانیت دیگرے از دوستاں دعا و فاتحه مسئول ست. (الدار المنظوم' فی ترجمه ملفوظ المخدوم)

ساتھیوں اور احباب فرمائیں کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر خواجہ محمد

صادق کے دونوں بھائیوں کو بخشیں اور ان کی بہن ام کلثوم مرحومہ کی روح کے لیے پڑھیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار پھر پڑھ کر دوسرے کی روح کو بخشیں۔ کیونکہ دوستوں ہی سے دعا اور فاتحہ کا سوال ہے۔

یعنی ملفوظات حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج ا ص ۱۶۷ میں ہے۔ ذکر اموات یعنی مردوں کا نکلا فرمایا' حدیث صحاح ہے:

من قال لا اله الا الله مائة الف مرة وجعل الثواب للميت غفر الله لذلك للميت وانكان موجبا للعقوبة.

یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ ایک لاکھ بار کہے اور اس کا ثواب مردے کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کو بخش دے' اگر وہ عقوبت کا مستحق ہو۔

اسی میں ہے "فرمایا کہ میت والوں پر واجب ہے کہ ایک لاکھ بار یہ کلمہ ضرور پڑھیں اور اس طرف رسم ہے کہ جو کوئی مرتا ہے اس کے واسطے کہتے ہیں۔"

اسی میں ص ۱۶۸ پر ہے "بعد اس کے فرمایا" "کہ دعا گو نے واسطے برادرم حاجی دین محمد کے ایک لاکھ بار لا الہ الا اللہ کہا' میرا ایک یار ہے اوچھ سے برابر آتا ہے' مجھ سے تعلق و بیعت رکھتا ہے اور اوراد شیخ کبیر نگاہ میں رکھتا ہے۔ اس نے دعا گو سے کہا کہ میں نے محمد حاجی کی قبر کو دیکھا کہ اس کو روشن و فراخ کر دیا۔"

اسی کے جلد ۲' ص ۶۳ ۷ پر ایک عمل حدیث صحاح کا ہے:

قوله عليه الصلاة والسلام من قال لا اله الا الله مائة الف مَرَّةٍ وجعل الثواب للميت غفرله وان كان موجباللعقوبة.

"یعنی جو کوئی لا الہ الا اللہ کو سو ہزار یعنی ایک لاکھ بار کہے' اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو وہ میت بخشی جائے' اگرچہ لائق عقوبت ہی کیوں نہ ہو۔"

فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سو تسبیح ہزار ہزار دانہ کی بنا کر صندوق میں رکھی ہیں' سو آدمیوں کو دیتے ہیں' وہ لوگ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب بخش دیتے ہیں' ذرا دیر میں

تمام ہو جاتا ہے' دعا گو نے بھی ہزار دانے کی تسبیح جمع کی ہے' اس جگہ جو میں بعض زیارتوں میں گیا تو اسی پر عمل کیا' مجرب ہے' انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی معمول ہو جائے گا۔

بانی مدرسہ دیوبند جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کون واقف نہیں۔ اپنی مشہور کتاب تحذیر الناس' ص ۳۸ میں لکھتے ہیں:

''حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا' آپ نے سبب پوچھا؟ تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا' یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے' اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی' مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے' آپ نے پھر سبب پوچھا؟ اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں' سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جواب کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیث اور علماء کی تحریر مسلمانوں کے اس عمل خیر کی اصل ہے کہ میت کے لیے تیسرے یا چوتھے دن جمع ہو کر قرآن شریف کے علاوہ لا الہ الا اللہ ستر ہزار یا ایک لاکھ بار پڑھتے اور میت کو اس کا ثواب بخشتے ہیں تا کہ من قیل لہ کے تحت اس کی مغفرت ہو اور از انجا کہ ستر ہزار مرتبہ پڑھنے کے لیے بہت سی تسبیحوں کی ضرورت ہوگی جس کا ہر جگہ ملنا سخت دشوار ہے۔ اس لیے آسانی کے خیال سے چنا کا شمار دانہ بناتے ہیں جو بعد کو یا تو پڑھنے والوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا فقراء پر تصدق کر دیتے ہیں کہ ساتھ ساتھ صدقہ کا ثواب بھی میت کو ثواب پہنچے۔

اکیسواں طریقہ:

قرآن شریف پڑھ کر بخشنا

قرآن شریف پڑھ کر بخشنا اب رہا یہ کہ اس کے لیے کسی سورہ کا پڑھنا خاص طور پر بھی آیا ہے یا جو سورۃ یا آیت پڑھ کر اس کا ثواب بخشیں کافی ہے تو کافی ہونے کے لیے تو سب کافی ہے:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرء حرفامن کتاب الله فله بِهٖ حَسَنَةٌ والحسنة بعشر امثالها لا اقول لکم الم حرف ولکن الف حرف ولام حرف و میم حرف. (رواه الترمذی و الحاکم و البخاری فی التاریخ)

یعنی امام ترمذی اور حاکم و بخاری تاریخ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن شریف کا پڑھے اس کو ایک حسنہ (نیکی) ملے گا اور ایک حسنہ کا ثواب دس گناہ ہے' میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے' لام ایک حرف ہے' میم ایک حرف ہے' تو جو شخص فقط الم پڑھے گا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

کما هو مصرح فی الروایة الاخری' اقرء وا القرآن فانکم توجرون علیه اما انی لا اقول الم حرف و لکن الف حرف عشرو لام حرف عشرومیم حرف عشر' فتلک ثلاثون رواه ابو جعفر النحاس فی الوقف والابتداء والسنجری فی الابانة والخطیب فی التاریخ عن ابن مسعود رضی الله عنه.

یعنی ابو جعفر نحاس ''کتاب الوقف والابتداء'' اور سنجری ''کتاب الابانہ'' اور خطیب بغدادی ''تاریخ'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرآن شریف پڑھا کرو کہ تم کو اس کا اجر دیا جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے' بلکہ الف ایک حرف ہے اور اس کا ثواب دس ہے' لام ایک حرف ہے ثواب دس ہے' میم ایک حرف ہے ثواب دس ہے' تو یہ تیس ثواب ہوئے۔ (کنز العمال' جلد ا' ص ۱۳۰)

سب سے بہتر تو یہ ہے کہ قبر پر جا کر ایک ختم کامل کرے جیسا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جب لیث بن سعد کی قبر کی زیارت کو گئے تو ان کی تعریف کی' اور ایک ختم قرآن شریف کیا اور فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کار خیر ہمیشہ جاری رہے' اور ان کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ کَمَا مَرَّ عن شرح الاحیاء نقلا عن القول بالاحسان العمیم فی انتفاع المیت بِالقرآنِ العظیم للعلامة شمس الدین المعروف بابن القطان اور ہندوستان میں بھی بعض بعض شہروں میں مروج ہے مثلاً بریلی شریف میں عرصہ تیس یا بتیس سال سے ہر جمعہ کے دن مزارات خاندان اعلیٰ حضرت' امام اہل سنت' فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز پر جا کر طلباء مدرسہ منظر اسلام و اہل شہر' دو ختم قرآن شریف کر کے اس کا ثواب پہنچاتے ہیں اور وہاں سے بہت پہلے تقریباً سو سال سے بدایوں' مزارات پر خاندان جناب تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول قدس سرہ پر اہل شہر' و طلباء مدرسہ قادریہ جا کر ہر جمعہ کو دو ختم قرآن کیا کرتے اور اس کا ثواب ان بزرگوں کو بخشتے ہیں اور انصار کرام کا دستور العمل بھی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے:

اخرج الخلال فی الجامع عن الشعبی قال کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرء ون القران' (مرقات شرح مشکوٰۃ' جلد ۲' ص ۳۸۲)

"یعنی انصار کے یہاں جب کوئی مرتا تو لوگ اس کی قبر پر جاتے اور قرآن شریف پڑھتے۔"

لیکن اگر اس قدر نہ ہو سکے تو جس قدر بآسانی پڑھ سکے:

وفی شرح اللباب ویقرء من القران مایتسرله من الفاتحة؟ و اول البقرة الی المفلحون و "اية الكرسی و امن الرسول" وسورة لیس و تبارک الملک و سورة التکاثر والاخلاص اِثْنیٰ عَشَرَةَ مَرَّۃً اواحدی عشر او سبعا اوثلاثا ثم یقول اللھم اَوْصِلْ ثَوَابَ مَاقَرَءْ نَاهُ اِلٰی فُلاَنٍ اَوْ اِلَیْھِمْ (ردالمختار، جلد اول، ص ۸۴۴)

"یعنی شرح لباب میں ہے اور پڑھے جو آسان ہو قرآن سے مثلاً سورۂ فاتحہ اول بقرہ مفلحون تک، آیۃ الکرسی امن الرسول، سورۂ یٰسین، سورۂ الملک، سورۂ تکاثر، سورۂ اخلاص ۱۲ یا ۱۱ یا ۷ یا ۳ بار۔ پھر کہے، خداوندا! جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا ان لوگوں کو پہنچا۔

اور بعض سورتیں کہ خاص طور پر حدیث شریف میں جن کے پڑھنے کا ثواب مذکور ہے، ان سورتوں کا پڑھنا حضور اقدس ﷺ کی تعمیل ارشاد کے سبب بہت زیادہ باعث اجر و ثواب ہے اور وہ بھی بہت ہیں جن میں بعض بعض اس جگہ لکھی جاتی ہیں۔

(الف) عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه ان النبی صلی الله تعالی علیه واله وسلم قال من مر علی المقابر فقرء قل هوالله احد ہ احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی الاجر لعدد الاموات. (رواه الدار قطنی (یعنی شرح هدایه، جلد ۲، ص ۱۶۱۱ و شامی، جلد ۲، ص ۲۴۳)

"یعنی دار قطنی حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے، اس کو ان مردوں کے بدولت، ان مردوں کے برابر ثواب ملے۔"

(ب) عن عبدالله ابن عمر قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم

يقول اذا مات احدكم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره و ليقرء عند راسه فاتحة البقرة وعند رجليه خاتمة البقرة رواه البيهقى فى شعب الايمان وقال الصحيح انه موقوف عليه.

یعنی بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے' جب تم میں سے کوئی مرے' تو اس کو مت روکو اور جلد قبر تک اس کو پہنچاؤ' اور اس کے سرہانے ابتداء سورۂ بقر مفلحون تک اور پائنتی میں خاتمہ بقرہ یعنی امن الرسول سے آخر تک پڑھا کرو۔ یہ حدیث اگرچہ بیہقی نے مرفوعاً روایت کی مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

(ج) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من دخل المقابر ثم قرء فاتحة الكتاب ○ وقل هو الله احد ○ والهكم التكاثر ○ ثم قال انى جعلت ثواب مَاقَرَءُتُ مِنْ كَلَامِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُومِنِيْنَ كانوا شفعاء له الى الله تعالىٰ' رواه ابو القاسم سعد بن على الزنجانى فى فوائد (مرقات' جلد ۲' ص ۳۸۲)

"یعنی ابو القاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے...... راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص قبرستان جائے' پھر سورۂ فاتحہ' قل ھو اللہ احد' الھکم التکاثر پڑھے پھر کہے' خداوندا! جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا' اس کا ثواب مقبرہ والے مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو بخشا' تو وہ لوگ خداوند عالم کے یہاں اس کے سفارشی ہوں گے۔"

(د) عن انس رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من دخل المقابر فقرء سورة يس ○ خفف الله عنهم و كان له

بعدد من فیها حسنات رواہ عبدالعزیز صاحب الخلال بسندہ.

(مرقات، جلد ۲، ص ۳۸۲)

"یعنی عبدالعزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص قبرستان جائے اور سورۂ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ ان مردوں سے مواخذہ ہلکا فرمائے اور جس قدر مردے اس قبرستان میں ہیں، ان کی تعداد کے مطابق اس شخص کو نیکیاں ملیں گی۔

(ہ) عن سلمة بن عبید قال قال حماد المکی خرجت لیلة الی مِقَابِر مکة فَوَضعتُ رَاسِی عَلٰی قبرفَنُمتُ فَرَأَیتُ اَھلَ المَقَابِر حلقةً حلقةً فقلت قامت القیامة قالو الاولکن رجل من اخواننا قرء قل ھوالله احد ہ وجعل ثوابھا لنا فنحن نَقتَسِمُه مُنذُسَنةٍ رواہ القاضی ابوبکر بن عبدالباقی الانصاری فی مشیخته.

(مرقات، جلد ۲، ص ۳۸۲)

"یعنی قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری اپنے مشیخیت میں سلمہ بن عبید سے راوی، کہ حماد مکی نے کہا کہ میں ایک شب مکہ کے قبرستان میں گیا، اور سو رہا، تو میں نے قبرستان والوں کو حلقہ حلقہ دیکھا۔ میں نے کہا، کیا قیامت قائم ہوگی؟ بولے! نہیں، لیکن ہمارے بھائیوں سے ایک شخص نے قل ھو اللہ احد ہ پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے تو ہم سال بھر سے اس کو تقسیم کر رہے ہیں۔"

(و) عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه قال قال رسول الله علیه وسلم من زار قبر والدیه او اَحَدِھِمَا فقرء عِندَہُ او عندھا یس غفرله رواہ ابوبکر بن النجار فی کتاب السنن. (عمدة القاری، شرح بخاری، جلد ۱، ص ۸۷۵)

"یعنی ابوبکر بن نجار کتاب السنن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

راوی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

بائیسواں طریقہ:

میت کے لیے نماز پڑھنا' روزہ رکھنا یعنی نماز پڑھ کر اور روزہ رکھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار' جلد ۲' ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں:

وروی الدار قطنی ان رجلا سَألَهُ علیه الصلاۃُ والسلام فقال لی ابوان اَبَرُّھما حال حَیَاتِھِمَا فکیف لی بِبِرِّھِمَا بعد موتھما فقال صلی اللہ علیه وسلم اِنَّ مِنَ البِرِّ بَعْدَ الْمَوتْ اَنْ تُصَلِّی لھما مع صِلاتِکَ وَاَنْ تصوم لَھُمَا مَعَ صَوْمِکَ.

"یعنی دار قطنی نے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور کہا کہ میرے ماں باپ ہیں' ان کی حیات میں تو میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں تو ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح نیکی کر سکتا ہوں؟ ارشاد ہوا؟ ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لیے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان دونوں کے لیے بھی روزہ رکھو۔"

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تذکرۃ الموتی والقبور ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

وابن ابی شیبه از حجاج دینار روایت کردہ که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرمود از جمله نیکی کردن با پدر و مادر آں ست که نماز گزاری برائے آنها بانماز خود و روزہ خود داری

برائے آنہا باروزہ خود و صدقہ دھی از طرف آنہابا صدقہ خود.

"ابن ابی شیبہ حجاج ابن دینار روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کہ ماں باپ کے ساتھ نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ نماز پڑھوان کے لیے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھوان کے لیے اپنے روزے کے ساتھ اور صدقہ دوان کی طرف سے اپنے صدقہ کے ساتھ۔

وعن مالک بن دینار قال دخلت المقبرة ليلة الجمعة فاذا انا بِنُوْرٍ مشرق فيها فقلت لا اله الا الله نرى اِنَّ الله عزوجل قد غَفَرَلا هل المقابر فاذا انا بهاتف يَهْتِفُ مِنَ البعد وهو يقول يا مالك بن دينار هذه هديةُ المؤمنين الى اَخوَانِهِمْ من اهل المقابر قلت بالذى انطقک الا خَبرْتَنِىْ ماهو قال رجلٌ من المُؤمِنِيْنَ قام هذه الليلة فَاَسْبَغَ الوضوء وصلى ركعتين وقرء فيهما فاتحة الكتاب ۝ وقل يايها الكفرون ۝ وقل هو الله احد ۝ قال اللهم انى قد وهبت ثوابها الاهل المقابر من المومنين فادخل الله علينا الضياء والنور و الفسحة والسرور فى المشرق و المغرب قال مالک فلم ازل اَقْرَءُ هَافِىْ كل جُمْعَةٍ فَرَايْتُ النبى صلى الله عليه وسلم فى منامى يقول لى يا مالک قد غفر الله لک بِعَدَدِ النُور الذى اُهدِيْتَهُ الى امتى ولک ثواب ذلک ثم قال لى وَبَنَى اللّٰهُ لک بيتا فى الجنة فِىْ قَصْرٍيُقَالُ لَهُ المُنِيْفُ قلت و ماالمنيف' قَالَ اَلمُطِلُّ على اهل الجنة (رواه ابن النجار فى تاريخه

"یعنی ابن النجار اپنی تاریخ میں مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں شب جمعہ کو قبرستان میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نور تاباں ہے۔ میں نے کہا لا الہ الا اللہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کی

مغفرت فرمادی اتنے میں سنا کہ دور سے ایک ہاتف غیبی کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ہدیہ ہے جو اپنے بھائی اس قبرستان والوں کے پاس بھیجا' میں نے کہا' قسم اس ذات کی جس نے تجھ کو گویائی بخشی! مجھے خبر دے کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا' ایک مسلمان شخص اس شب میں کھڑا ہوا اور اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قل یایھا الکفرون اور ''قل ھواللہ احد'' پڑھا اور کہا' کہ خداوندا! میں نے اس کا ثواب قبرستان والے مردوں اور عورتوں کو بخشا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور' کشادگی اور سرور' مشرق و مغرب میں داخل کیا۔ مالک کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر جمعہ کو اسے پڑھنے لگا' پس میں نے حضور پرنور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اے مالک! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا بقدر تعداد اس نور کے جو تو نے میری امت کی طرف ہدیہ کیا' اور تیرے لیے اس کا ثواب ہے' پھر مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے ''قصر منیف'' میں گھر بنوایا ہے' میں نے پوچھا کہ ''قصر منیف'' کیا ہے؟ فرمایا: جنتیوں پر سایہ کرنے والا۔ (شرح احیاء' جلد ۲' ص ۳۷۲)

تیئیسواں طریقہ:

کنواں کھدوا کر مردے کی طرف سے وقف کر دینا

عن سعد بن عبادة قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحضر بیرا و قال ھذہ لام سعد. (رواہ ابوداؤد و النسائی)

یعنی ابوداؤد و نسائی حضرت سعد بن عبادہ سے راوی ہیں انہوں نے کہا' یارسول اللہ! ﷺ ام سعد کا انتقال ہو گیا' تو کون سا صدقہ ان کے لیے بہتر ہوگا؟ ارشاد ہوا' پانی۔ انہوں نے کنواں کھودا اور کہا' یہ ام سعد کے لیے ہے۔ (مشکوۃ شریف'

ص۱۶۹)

ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ "مرقات" جلد۲، ص ۴۷۷ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

(فای الصدقة افضل) ای لروحها (قال الماء) انما کان الماء افضل لانه اعم نفعا فی الامور الدینیةِ والدنیویةِ خصوصا فی تلک البلاد الحارة ولذلک من الله تعالی بِقَوْلِهٖ وَاَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا کذاذکره الطیبی.

"یعنی کون سا صدقہ ام سعد کی روح کے لیے افضل ہے، حضور نے فرمایا: کہ پانی اور پانی کو اس لیے افضل صدقہ فرمایا کہ اس کا نفع دینی اور دنیوی سب کاموں میں عام ہے۔ خصوصاً ان گرم ملکوں میں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول "اَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا" میں پانی اتارنے پر احسان رکھا۔ اسی طرح علامہ طیبی نے ذکر کیا۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیث اصل اس دستور و رواج کی ہے جو مسلمانوں میں مروج ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کے غسل و وضو کرنے کے لیے گھڑا لوٹا وغیرہ بھیجتے ہیں کہ اگر کنواں نہ کھدوایا تو ہمارا بھرا گھڑا مسجد میں رہے گا۔ کوئی پیاسا پانی پئے گا، کوئی وضو و غسل کرے گا تو اس کا ثواب بھیجنے والے کو یا جس کی طرف سے بھیجا گیا ہے، اس کو ملے گا۔ خصوصاً جن گھڑوں، لوٹوں سے میت کو غسل دیتے ہیں، اس کو تو غسل دینے کے بعد میت کے ایصال ثواب کے لیے مسجدوں میں بھیج دینے کا عام دستور ہے۔ البتہ بعض جگہ اس گھڑے اور لوٹے کو جس سے میت کو غسل دیتے ہیں، میت کے ساتھ قبرستان لے جاتے ہیں اور قبر کی مٹی برابر کرنے کے بعد اس گھڑے میں بڑا سوراخ کر کے میت کے سرہانے اور لوٹے میں سوراخ کر کے میت کے پائنتی میں رکھ دیتے ہیں یہ اضاعت مال اور گناہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

چوبیسواں طریقہ:

میت کی طرف سے صدقہ کرنا

عن ابن عباس ان رجلا قال یارسول الله ان امی توفیت اَفَیَنفَعُهَا اِن تَصَدَّقتُ عنها قال نعم قال فان لی مخرفا فاشهدک انی قد تصدقت به عنها رواه الترمذی ص ۸۵ وقال ھذا حدیث حسن وبه یقول اهل العلم.

"یعنی ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میری ماں کا انتقال ہو گیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو ان کو مفید ہو گا۔ ارشاد ہوا کہ ہاں! اس شخص نے کہا کہ میرا ایک باغ ہے، میں حضور ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم ان امی اِفتُلِتَت نَفسُهَا وَاَظُنُّهَا لو تکلّمت لَتَصَدَّقَت فهل لها اَجرٌ اِن تصدقت عنها قال نعم. (رواه البخاری، ص ۱۸۴ و مسلم ۳۲۴)

"یعنی امام بخاری و مسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری ماں کا دفعتہً انتقال ہو گیا اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو وہ ضرور صدقہ کرتیں، تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

علامہ نووی شرح مسلم ص ۳۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

وفی هذا الحدیث ان الصدقة عن المیت تنفع المیت و یصل ثوابها وهو کَذَالِکَ باجماع العلماءِ وَکَذَا اَجْمَعُوا علی وصولِ الدعاءِ وقضاء الدَّینِ بالنصوص الوارده فی الجمیع.

"یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ دینا مردہ کو فائدہ بخش ہے اور اس کا ثواب مردہ کو ملتا ہے' اس کو پہنچتا ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے اور اسی طرح اجماع ہے دعا کے پہنچنے' دین کے ادا ہونے پر' ان نصوص سے جو ان سب میں وارد ہوئیں۔"

علامہ عینی شرح بخاری جلد ۴' ص ۲۴۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

ویستفاد منه ان الصدقة عن المیت تَجُوْزُ وانه ینتفع بها.

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس سے مردہ کو نفع پہنچتا ہے۔"

اسی میں صفحہ ۲۴۶ پر ہے:

وروی احمد عن عبدالله بن عمرو العاص بن وائل نذر فی الجاهلِیَةِ اَنْ یَنْحَرَ مَائِةَ بُدْنَةٍ وان هشام ابن العاص نحر عنه خمسین وان عمر سَأَلَ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذلک فقال اما ابوک فلو اقر بالتوحید فصمت و تصدقت عنه نفعه ذلک (عینی شرح بخاری' جلد ۴' ص ۲۴۶)

"یعنی امام احمد بن حنبل نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا کہ ان کے باپ عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ سو اونٹ قربانی کریں گے اور ہشام ابن عاص نے ان کی طرف سے پچاس اونٹ قربانی کیے اور عمرو نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تمہارا

باپ توحید کا اقرار کرتا، تو تم روزہ رکھتے اور اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو نفع دیتا۔"

اور اسی میں ص ۲۳۶ پر ہے:

وعنه ابن ماكولا من حديث ابراهيم ابن حبان عن ابيه عن جده عن انس رضى الله عنه انه قال سَألتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انا لندعو لموتانا و نتصدق عنهم وَنَحجُ فهل يصل ذَلِکَ اِلَيهِمُ فقال انه ليصل اليهم ويفرحون به كما يفرح احدكم بالهدية.

"یعنی ابن ماکول نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کہ ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں، تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بے شک وہ ضرور ان کو پہنچتا ہے اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ہدیہ بھیجنے سے خوش ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! یہ حدیث بھی عجیب و غریب جامع انواع ثواب ہے۔ اس لیے کہ ایصال ثواب تین طرح سے ہوسکتا ہے۔ بدنی، مالی، دونوں کا مجموعہ، اس حدیث نے تینوں کو جمع کردیا۔ ندعو لموتانا عبادت بدنی ہے، نتصدق عنهم ثواب مالی، نحج عنهم عبادت مجموعہ مالی و بدنی، ثابت ہوا کہ مردے کو ہر قسم کا ثواب پہنچتا ہے۔ بدنی ہو یا مالی، یا دونوں کا مجموعہ۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، جلد اوّل، ص ۷۶۳ میں فرماتے ہیں:

مستحب ست که تصدق کرده شود از میت بعد رفتن او از عالم

تاهفت روز و تصدق از میت نفع می کند او ے خلاف میان اھل علم و وارد شدہ ست دران احادیث صحیحہ خصوصا آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت رامگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت می آید خانہ خود راشب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند ازوئے یانہ. واللہ تعالیٰ اعلم.

"مستحب ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے' اس کے دنیا سے گزرنے کے بعد سات روز تک میت کی جانب سے صدقہ کرنا میت کو نفع پہنچاتا ہے' اس بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے' اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ خصوصاً بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نہیں پہنچتا ہے میت کو مگر صدقہ اور دعا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی شب کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لیے جو لوگ کھانا وغیرہ پکوا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں' تو یہ میت کی طرف سے صدقہ ہے' تو چاہیے کہ صرف فقراء کو دیا جائے لیکن متعارف ہے کہ اعزہ' اقارب' دوست' احباب' اغنیاء وغیرہ سب کھاتے اور سب کو کھلاتے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صدقہ واجبہ نہیں جو فقراء کے ساتھ خاص ہو' اغنیاء کے لیے ناروا' بلکہ صدقہ نافلہ ہے اور کار خیر ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ایک حدیث ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ بھی طعام میت میں شریک ہوئے' تو اگر یہ ناجائز ہوتا یا قابل احتراز ہوتا تو خود حضور اقدس ﷺ ہرگز نہ شریک ہوتے۔

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجلٍ من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃٍ فَرَأَیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر اَوسعُ یوصی الحَافِرَ یقول

اَوسِعُ من قبل رِجلَيهِ وَوَسِّعُ مِنُ قبل رَاسِهٖ فلما رجع استقبلهٗ داعی امرء ته فاجاب ونحن معه فَجِیءَ بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یَلُوکُ لقمة فی فیه ثم قال اجد لحم شاه اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المرءة تقول یا رسول الله انی ارسلت الی النقیع وهو مرضع یُبَاعُ فیه الغنم لِیَشتِرِیَ لِیُ شَاةً فلم توجد فارسلت الی جَارٍ لی قد اشتری شاة ان یرسل بهٖ الی ثمنها فلم یوجد فارسلت الی امراته فارسلت الی بهافقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اطعمی هذا الطعام الاُسُرٰی (رواه ابو داؤد و البیهقی فی دلائل النبوه)

"یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے، تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو کہ گورکن کو فرماتے ہیں، پاؤں کی طرف سے قبر کو فراخ کرو، سر کی طرف فراخ کرو، جب بعد دفن واپس ہوئے، اس میت کی بی بی نے ایک آدمی بھیجا کہ کھانا تیار ہے نوش جان فرمایئے۔ آپ نے قبول فرمایا اور ہم سب آپ کے ساتھ تھے، وہاں گئے، کھانا سامنے آیا، آپ نے دست مبارک کھانے کی طرف بڑھایا، تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ دہن مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں اور فرو نہیں کرتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو بغیر اجازت مالک کے لی گئی ہے، عورت نے یہ کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے آدمی نقیع میں بھیجا، جہاں بکریاں بکتی ہیں، تا کہ بکری خریدی جائے، تو وہاں نہ ملی، تب میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا کہ جو بکری اس نے خریدی ہے وہ مجھ کو بقیمت دے، اتفاق سے وہ ہمسایہ بھی گھر میں نہ تھا، تو میں نے اس کی بی بی کے پاس آدمی بھیجا، تو اس نے بے اجازت شوہر بکری میرے پاس بھیج دی، تب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا۔"

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۵، ص ۴۸۲، میں فرماتے ہیں:

هذا الحديث بظاهرة يرد على ماقوره اصحاب مذهبنا من انه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع.

"عاصم بن کلیب کی یہ حدیث کھلے طور پر رد کرتی ہے اس مسئلہ کو جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے کہ پہلے روز اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔"

پھر ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مذہب والوں کے قول اور حدیث میں اس طرح تطبیق دیتے ہیں:

فلينبغى ان نقيد كلامهم بنوع خاص من (اجتماع يوجب استحياء اهل الميت) فيطعمونهم كرها او يحمل على كون بعض الورثة صغيرا اوغائبا اولم يعرف رضاء اولم يكن الطعام من عنداحمد معين من مال نفسه.

"یعنی حنفیہ جو طعام میت کو مکروہ بتاتے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہے کہ اجتماع ایک خاص قسم کا ہو جس سے اہل میت شرمائیں اور شرما کر ان لوگوں کو کھلائیں یا جب کہ بعض ورثہ نابالغ ہوں یا غائب ہوں یا اس پر راضی نہ ہوں یا کم از کم رضامندی معلوم نہ ہو یا کسی خاص شخص کی طرف خود اس کے مال سے وہ کھانا تیار نہ کیا گیا ہو۔

ہدایہ فصل صدقہ، ج ۳، ص ۲۹۰ میں ہے:

قد یقصد بالصدقة علی الغنی الثواب.

''یعنی اغنیاء کا کھلانا جس طرح ان کی رضا جوئی کے لیے ہوتا ہے کبھی اس سے مقصود حصول ثواب بھی ہوتا ہے۔''

مجمع البحار جلد دوم' ص ۲۳۸ میں ہے:

الصدقة ماتصدقت به علی الفقراء ای غالب انواعها کذلک فانها علی الغنی جائزة عندنا یشاب به بلاخلاف.

''صدقہ اس کو کہتے ہیں جو فقراء کو دیا جائے' یعنی غالب انواع اس کا فقراء کے لیے ہوتا ہے' ورنہ غنی کو دینا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے' اس پر بلا خلاف اجرو ثواب ملے گا' خود حدیث شریف میں ہے ''کل معروف صدقة'' ''ہر معروف کام کرنے میں صدقہ کا ثواب ہے'' اور ظاہر ہے کہ اغنیاء کو کھانا کھلانا منکر نہیں بلکہ معروف ہے۔''

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ اسی وجہ سے مسلمانوں میں مروج ہے کہ میت کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکوا کر فقراء کو کھلاتے یا تقسیم کرتے ہیں اور میں کبھی کبھی اغنیاء کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔

پچیسواں طریقہ:

میت کی طرف سے قربانی کرنا

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطاء فی سواد و یبرک فی سواد فاتی بہ لیضحی بہ قال یا عائشة ھلمی المدیة ثم قال اشحذیھا بحجر ففعلت ثم اخذھا و اخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد و من امة محمد ثم ضَحّٰی بہ' (رواہ مسلم جلد ۲' ص ۱۵۶)

"یعنی مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے لیے ایک بکرا سینگ والا لایا جائے جس کے دونوں پاؤں سیاہ ہوں' پیٹ سیاہ ہو' آنکھیں سیاہ ہوں' یعنی وہ بکرا سر سے پاؤں تک سیاہ ہو تو ایسا بکرا لایا گیا۔ ارشاد ہوا' اے عائشہ! چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کرلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا کیا' پھر حضور ﷺ نے وہ چھری اور اس بکرے کو پکڑا اور لٹایا پھر ذبح کیا اور فرمایا: "بسم اللہ خداوندا! اس کو قبول فرما محمد اور امت ان محمد کی طرف سے" پھر قربانی کیا۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ' جلد ۲' ص ۲۶۱ میں لکھتے ہیں:

قال الطیبی المراد المشارکة فی الثواب مع الامة لان الغنم الواحد لایکفی عن اثنین فصاعدا.

"یعنی علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس سے مراد امت کو ثواب میں شریک کرنا ہے' اس

لیے کہ ایک بکری دو آدمی یا زیادہ کی طرف سے کفایت نہیں کرتی۔"

وعن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم الذبح بکبشین اقرنین امحین موجوئین فلما وجههما قَالَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَر ثُمَّ ذَبَحَ۔ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجة والدارمی)

"یعنی یہ محدثین حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے دو بکرے سینگ والے، خوبصورت آختہ ذبح فرمائے، جب ان کو لٹایا، تو یہ دعا پڑھی اللھم انی وجھت وجھی الخ اور فرمایا کہ خداوندا! یہ تیرا عطیہ ہے اور تیرے لیے ذبح کیا گیا ہے محمد اور امت محمد کی طرف سے۔ بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور ذبح کیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۳۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

(عن محمد) ای صادرة عنه (وامته) ای العاجزین عن متابعته فی سنة اضحیة وھو یحتمل التخصیص باھل زمانه والتعمیم المناسب لشمول احسانه والاول یحتمل الاحیاء والاموات اوالا خیر منهما ثم المشارکة اما محموله علی الثواب وما علی الحقیقةِ فَیَکُوْنُ من خصوصیة ذلک الجناب والاظهر ان یکون احدهما عن ذاته الشریفةِ والثانی عن اُمَّتِهِ الضَّعِیْفَةِ۔

''یعنی یہ قربانی صادر ہے محمد اور ان کے ان امتیوں کی طرف سے جو سنت اضحیہ میں آپ کی متابعت سے عاجز ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ فقط انہیں لوگوں کی طرف سے ہو جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے یا سب کو عام ہو اور یہی شمول احسان کے اعتبار سے مناسب ہے اور اوّل احتمال رکھتا ہے زندہ اور مردوں سب کو یا فقط مردوں کو، پھر مشارکت یا تو فقط ثواب میں ہے یا حقیقۃ قربانی مراد ہے، تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت سے ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ ایک حضور ﷺ کی طرف ہو اور دوسری قربانی آپ کی امت ضعیف کی جانب سے۔''

وفی روایۃ لا حمدوابی داؤد والترمذی ذبح بیدہ و قال بسم اللہ اکبر اللھم عن لم یضح من امتی.

یعنی امام احمد وابو داؤد و ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود اپنے دست حق پرست سے ذبح کیا اور ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہا، خداوندا! یہ قربانی میری طرف سے اور میرے ان امتیوں کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہ کی۔

وعن حنش قال رَاَیْتُ علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ماھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ. (رواہ ابو داؤد والترمذی نحوہ)

یعنی ابوداؤد اور ترمذی نے حنش بن عبداللہ سبائی سے روایت کیا، انہوں نے کہا میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ دو بکرے قربانی کیے، میں نے کہا، یہ کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں تو میں ایک جانور ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ مرقات، جلد ۲، ص ۲۶۵ میں فرماتے ہیں:

(ان اضحی عنه) بعد موته اما بكبشين على منوال حيوته او بكبش احدهما عنه والاخر عن نفسى رفانا أُضَحِّىْ عنه) قال ابن الملك يَدُلُّ على ان التضحية تجوز عمن مات.

"یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جو فرمایا کہ میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں، حضور ﷺ کے وصال کے بعد، جس طرح آپ اپنے حیات میں دو جانور قربانی کیا کرتے تھے، اسی طرح میں بھی حضور ﷺ کی طرف سے دو جانور قربانی کرتا ہوں، یا دو میں سے ایک حضور ﷺ کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ ابن ملک نے کہا کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنی جائز ہے۔"

ردالمحتار، جلد ۵، ص ۲۲۰ میں ہے:

وان تبرع بها عنه له الاكل لانه يَقَعُ عَلٰى مَلَكُ الذابح والثواب للميت.

"یعنی اگر کسی نے میت کی طرف سے تبرعاً قربانی کی تو اس سے کھانا جائز ہے کیونکہ یہ قربانی ملک ذابح پر واقع ہوئی اور مردہ کو قربانی کا ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

ایصال ثواب کے متعدد طریقے سوال نمبر ا اور نمبر ۲ کے جواب میں تحریر کیے گئے۔ ان میں بعض بعض طریقے تو جملہ صحابہ کرام وصحابیات حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ وبنات طاہرات حضرت رقیہ وام کلثوم وحضرت خبیب وحضرت حمزہ وحضرت جعفر طیار ودیگر شہدائے جنگ بدر وخیبر واحد وحنین وتبوک وغیر ہا رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایصال

ثواب کے لیے خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ اور حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ واہل بیت نے کیا جس کی قدرے تفصیل گزشتہ جواب سے ظاہر اور تفصیل مزید واقف سیر و تاریخ سے پوشیدہ نہیں اور نہ فقط ایک ہی مرتبہ بلکہ ان میں بعض بعض تو بارہا برتے گئے۔ مثلاً حضور اقدس ﷺ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت ہر سال کیا کرتے تھے' خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس سنت سنیہ کو جاری رکھا' حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زیارت کو جایا کرتیں' وہاں نماز پڑھتیں' رویا کرتیں اور دعا کرتی تھیں۔ امام محمد بن غزالی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں:

وعن جعفر بن محمد بن ابیہ ان فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت تزور عمّھا حمزۃ فی الایام فتصلی وتبکی عندہ.

"یعنی حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی پردادی حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ نے اپنے (والد کے) چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر کی زیارت کو جایا کرتیں' تو وہاں جا کر نماز پڑھتیں اور ان کے پاس روتی تھیں۔"

علامہ سید مرتضی زبیدی شرح میں فرماتے ہیں:

وروی البیھقی فی الشعب عن الواقدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزور الشھداء باُحُدٍ فی کل حول واذا بلغ رفع صوتہ فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم ابوبکر کل حول یفعل مثل ذلک ثم عمر ثم عثمان وکانت فاطمۃُ رضی اللہ عنہا تاتیہٖ وتدعو وکان سعد بن وقاص یسلم علیھم ثم یقبل علی اصحابہ فیقول الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام.

''یعنی بیہقی شعب الایمان میں واقدی سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب وہاں پہنچتے تو بلند آواز فرماتے اور ''سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار'' کہتے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال اسی طرح کیا کرتے' پھر حضرت عمر' پھر حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت حمزہ (کی قبر) کی زیارت کو آتیں اور دعا کرتیں تھیں اور حضرت سعد بن وقاص بھی شہدائے احد پر سلام کیا کرتے تھے اور پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے' تم اس قوم پر کیوں نہیں سلام کرتے جو تمہارے سلام کا جواب دیں۔

شرح احیاء العلوم' جلد ۱۰' ص ۳۶۳ میں ہے:

و روی ابن شبہ عن ابی جعفر ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر حمزۃ رضی اللہ عنہما ترمہ وتصلحہ وقد تعلمہ بجحر.

''یعنی ابن شبہ حضرت ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا' حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کی زیارت کیا کرتیں اور اس کی مرمت کرتیں اور اصلاح درستگی کرتی اور پتھر کے ذریعے علامت بنا دیا تھا۔''

و رواہ یحیی بنحوہ عن ابی جعفر عن ابیہ علی بن الحسین وزاد فتصلی ھناک وتدعو وتبکی حتی ماتت.

اور یحییٰ نے مثل روایت سابق ابوجعفر سے' انہوں نے اپنے والد علی بن حسین امام زین العابدین سے روایت کیا اور اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ وہاں

پڑھتیں، دعا کرتیں، روتیں یہ دستور و طریقہ ہمیشہ جاری رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوا۔"

معلوم ہوا کہ دو چار بار کون پوچھتا ہے؟ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین، حضرت امیر معاویہ، سعد بن وقاص مع جماعت احباب اور مدت العمر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہدائے احد کی سالانہ زیارت کو آیا کرتے اور سلام کرتے اور دعا کرتے رہے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے احباب واصحاب سے یہ کہنا "الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام" اس حدیث کی تصدیق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبور شہدائے احد کی زیارت کی اور فرمایا:

ان عبدک ونبیک یشهدان هؤلاء شهداء وانهم من زارهم اوسلم علیهم الی یوم القیمة ردوا علیه.

خداوندا! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ شہید ہیں قیامت تک، جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور ان پر سلام بھیجے گا، یہ لوگ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔"

رواه البیهقی فی الدلائل وقال العطاف وحدثتنی خالتی انها زارت الشهداء فسلمت علیهم فسمعت ردالاسلام فقالوا والله انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا قالت فاقشعرت.

"یعنی عطاف بن خالد راوی حدیث کہتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے شہداء کی زیارت کی، پس ان پر سلام کیا تو جواب سلام سنا اور ان لوگوں نے کہا، کہ خدا کی قسم! ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہمارا

بعض بعض کو پہنچتا ہے' تو وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔"

وعن هاشم بن محمد العمری من ولد عمر بن علی قال اخذنی ابی بالمدينة الی زيارة قبور الشهداء فی يوم جمعة بين الفجر والشمس فكنت امشی خلفه فلما انتهی الی المقابر رفع صوته فقال سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قال اجيب وعليک السلام يا ابا عبدالله فالتفت ابی الی فقال انت المجيب فقلت لا فجعلنی عن يمينه ثم اعاد السلام ثم جعل كلما سلم يرد عليه حتی فعل ذلک ثلاث مرات فخر ساجدا. (رواه البيهقی)

"یعنی بیہقی ہاشم بن محمد عمری سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد مدینہ طیبہ میں مجھے جمعہ کے دن درمیان طلوع فجر وطلوع شمس یعنی صبح صادق کے وقت شہداء احد کی زیارت کے لیے لے گئے' میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا' جب وہ قبرستان پہنچے آواز بلند کی اور سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کہا۔ راوی نے کہا' تو کسی نے آپ کے سلام کا جواب دیا وعلیکم السلام یا ابا عبداللہ اس جواب کو سن کر میرے والد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے جواب دیا؟ میں نے کہا نہیں' پھر مجھے اپنے دہنے طرف کر لیا' پھر سلام کیا' تو جب جب سلام کرتے' جواب پاتے تھے۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ کیا' تو آپ سجدہ میں گرے۔"

وعن فاطمة الخزاعية تقول لقد رائيتنی وغابت الشمس بقبور الشهداء ومعی اخت لی فقلت لها تعالی نسلم علی قبر حمزة فوقفنا علی قبره فقلنا السلام عليک يا عم رسول الله صلی الله عليه وسلم فسمعنا كلاما ردعلينا وعليكم السلام

ورحمة الله قالت وماقربنا احد من الناس (رواہ البیہقی)

''یعنی فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں کہ ایک دن آفتاب ڈوبتے وقت شہدائے احد کی قبور پر میرا گزر ہوا' اور میرے ساتھ میری بہن بھی تھی' میں نے کہا' آؤ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرنے چلیں' ہم دونوں بہنیں ان کی قبر پر ٹھہریں اور ہم نے کہا' اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! آپ پر سلام ہو' پس ہم نے سنا کہ کسی نے ہمارے سلام کا جواب دیا اور وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہا' فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں اور ہمارے آس پاس کوئی آدمی نہ تھا۔'' (وفاء الوفاء' جلد ۲' ص ۱۱۲)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین ودیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعد کے مسلمان تابعین' تبین' تبع تابعین' رجال ونساء رحمتہ اللہ علیہم اجمعین الی یوم الدین برابر سال بہ سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر شہداء احد کے مزارات پر جا کر ایصال ثواب کیا کرتے تھے اور دیگر صحابہ کرام جن کے اسماء طیبہ سوال میں درج ہیں اور ان کے علاوہ وہ حضرات صحابہ عظام جن کے اسماء گرامی درج نہیں' ان کے حالات بھی اگر بتفصیل کتب سیرو تواریخ میں دیکھے جائیں تو ہر ایک کے لیے ایصال ثواب کے گزشتہ طریقوں سے نہ صرف ایک دو' بلکہ متعدد طریقے اور وہ بھی نہ صرف ایک بار' بلکہ بارہا کرنا ثابت ہوگا اور اگر بالفرض نہ سہی تو عدم ذکر' ذکر قدم نہیں' سینکڑوں کیا' ہزاروں لاکھوں واقعات روزمرہ ہوا کرتے اور تاریخ میں ان کا ذکر نہیں' تو کیا وہ سب باتیں شدہ بے شدہ ہو جائیں گی۔ ہاں! ماننے اور عمل کرنے کے لیے مطلق ثبوت کافی ہے اگرچہ ایک شخص' ایک فرد کے لیے ہو۔

در خانہ کس ست یک حرف بس ست

اور قبر پر کھجور کی شاخ کا رکھنا تو بارہا ثابت ہوتا ہے' جن جن حدیثوں سے قبر پر

جریدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے' امام نووی کا خیال ہے کہ وہ سب ایک ہی واقعہ کا بیان ہے' شارح بخاری اس کا رد کرتے اور بدلائل ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعات متعدد ہیں' علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری' جلد ا' ص ۲۳۵' میں فرماتے ہیں:

وفیہ نظر لمافی حدیث ابی بکرة عندالامام احمد و الطبرانی انہ الذی اتی بالجریدة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ قطع الغصنین فدل ذلک الی المقابرة ویوید ذلک ان قصة الباب کانت بالمدینة وکان معہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعة وقصة جابر کانت فی السفرو کان خرج لحاجتہ فتبعہ جابر وحدہ فظھر التغایر بین حدیث. ابن عباس و جابر بل فی حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ المروی فی صحیح ابن حبان ما یدل علی الثالثة ولفظہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر فوقف فقال ایتونی بجریدتین فجعل احدھما عندراسہ والاخری عندرجلیہ.

"یعنی امام نووی کا یہ کہنا کہ یہ واقعہ ایک ہی ہے' اس میں نظر ہے' اس لیے کہ ابوبکرہ کی حدیث میں جسے امام احمد طبرانی نے روایت کیا' یہ ہے کہ ابوبکرہ نبی ﷺ کے پاس جریدہ لائے تھے اور انہوں نے اس کو دو حصہ کیا تھا تو یہ مغائرت کی دلیل ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس باب کا واقعہ مدینہ طیبہ میں واقع ہوا اس وقت حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک جماعت صحابہ کرام کی تھی اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سفر میں ہوا' اس وقت حضور قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تھے کہ حضرت جابر تنہا ساتھ ہو لیے' تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر کی حدیث میں صاف مغائرت ظاہر

ہو گئی، بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو صحیح ابن حبان میں مروی ہے، وہ تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ تیسرا واقعہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر گزرے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ کھجور کی دو شاخیں لاؤ، پس ایک کو میت کے سرہانے رکھا اور دوسرے کو پائنتی میں۔

اسی طرح فتح الباری شرح بخاری، جلد اوّل، ص ۲۲۳، میں ہے:

وفی حدیث ابی بکرة عند احمد و الطبرانی انه الذی اتی بها الی النبی صلی الله علیه وسلم و اما ماروا ه مسلم فی حدیث جابر الطویل المذکور فی اواخر الکتاب انه الذی قطع الغصنین فهو فی قصة اخری غیر هذه فان تغایر حدیث ابن عباس و حدیث جابر و انهما کانا فی قضیتین مختلفتین و لا یبعد تعدد ذلک و قد روی ابن حبان فی صحیحه من حدیث ابی هریرة انه صلی الله علیه وسلم مر بقبر فوقف علیه فقال ایتونی بجریدتین فجعل احدهما عند راسه و الاخری عند رجلیه فیحتمل ان تکون هذه قصة ثالثة.

"ابی بکرہ کی حدیث میں احمد و طبرانی کے نزدیک یہ ہے کہ ابی بکرہ بھی نبی ﷺ کے پاس شاخ لائے تھے، لیکن وہ جس کو مسلم نے روایت کیا ہے یعنی جناب جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ طویل ہے اور کتاب کے آخر میں درج ہے کہ انہوں نے شاخ کے دو ٹکڑے کیے تھے۔ یہ دوسرے قصہ میں ہے جو ان کے علاوہ ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور جابر کی حدیث میں مغائرت ہے اور یہ کہ یہ دونوں دو مختلف قصوں میں واقع ہوئے ہیں اور

قصوں کا متعدد ہونا بعید از قیاس نہیں ہے جب کہ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو اپنی صحیح میں روایت فرمایا ہے کہ حضور علیہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے، تو حضور اس پر ٹھہرے اور فرمایا لاؤ دو شاخیں، پھر حضور نے رکھ دیا اس میں سے ایک کو سرہانے اور دوسری کو پائنتی تو احتمال اس بات کا ہے کہ یہ قصہ خود ایک تیسرا قصہ ہو۔

علامہ عینی رحمتہ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد اوّل، ص ۸۷۷ میں اس پر بہت بسط وتفصیل سے کلام فرماتے ہیں:

منها ان فى متن هذا الحديث ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين يعنى اتى بها وكسرها وفى حديث جابر رضى الله عنه رواه مسلم انه الذى قطع الغصنين فهل هذه قضية واحدة او قضيتان الجواب انهم قضيتان والمغائرة بينهما بوجوه. الاول، ان هذه كانت فى المدينة وكان مع النبى صلى الله عليه وسلم جماعة وقضية جابر كانت فى السفرو كان خرج لحاجته فتبعه جابرو حده. الثانى، ان هذه القضية انه عليه الصلاة غرس الجريدة بعد ان شقها نصفين كما فى رواية الاعمش الاتية فى الباب الذى بعده وفى حديث جابر امر عليه الصلوة والسلام جابرا قطع غصنين من شجرتين كان النبى صلى الله عليه وسلم استتربها عند قضاء حاجة فالقى غصنين عن يمينه وعن يساره حيث كان النبى صلى الله عليه وسلم جالسا وان جابر اساله ذلك فقال انى مررت بقبرين يعذبان فاجبت بشفاعتى ان يرفع عنهما مادام

الغصنان رطبین.

الثالث، لم یذکر فی قصة جابر ماکان السبب فی عذابهما.

الرابع، یذکر فیه کلمة الترجی فدل ذلک کلها علی انهما قضیتان مختلفتان بل روی ابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة انه صلی الله علیه وسلم مر بقبر فقال ایتونی بجریدتین فجعل احدهما عند راسه والاخری عند رجلیه فهذا بظاهره یدل علی ان هذه قضیة ثالثة فسقط بهذا کلام من ادعی ان القضیة واحدة کما مال الیه النووی والقرطبی.

"علامہ عینی نے حدیث جریدہ کی شرح اور اس کے فوائد حدیثیہ بیان کر کے (الاسئلہ والاجوبہ) کی سرخی سے چند سوالات کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں۔ منجملہ ان سوالوں کے ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں "ثم دعا بجریدة فکسرہا کسرتین" ہے یعنی ایک جریدہ لائے اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا' یہ ہے کہ خود جابر ہی نے اس کے دو ٹکڑے کیے' تو یہ ایک ہی واقعہ ہے یا دو واقعے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو قضیئے ہیں' اور دو واقعہ ہونے کی چار دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے اور اس وقت حضور اقدس ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی اور حضرت جابر کا واقعہ سفر کا ہے' حضور اقدس ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تھے اور فقط حضرت جابر ساتھ ہو لیے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ متن والے واقعہ میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس

شاخ کو دو آدھا کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا جیسا کہ باب آئندہ میں بروایت اعمش مصرح ہے اور جابر والی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا، انہوں نے ان دو درختوں سے دو شاخیں لیں، جس سے پردہ کر کے رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کیا تھا، پھر جابر کو حکم دیا، انہوں نے ان دونوں شاخوں کو دائیں بائیں ڈال دیا اور حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت جابر نے حضور ﷺ سے سوال کیا، تب حضور ﷺ نے فرمایا: کہ میں دو قبروں پر گزرا تو دیکھا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے، تو میں نے دوست رکھا کہ میری سفارش سے ان دونوں شخصوں پر سے عذاب اٹھا دیا جائے جب تک وہ دونوں تر و تازہ رہیں۔

تیسری دلیل مغائرت اور ان کے دو واقعہ ہونے کی یہ ہے کہ حضرت جابر کے قصہ میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں کلمہ ترجی مذکور نہیں، تو یہ سب باتیں امر کی دلیل ہیں کہ دو واقعے علیحدہ علیحدہ ہیں، بلکہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ ایک قبر پر گزرے، پس فرمایا کہ کھجور کی دو شاخ لاؤ، جب آئی تو ایک کو حضور نے سرہانے رکھا اور دوسرے کو پائنتی میں رکھا، تو یہ حدیث اپنے ظاہری لفظوں سے دلالت کرتی ہے کہ تیسرا واقعہ ہے تو اس سے ساقط ہو گیا کلام اس شخص کا جس نے دعویٰ کیا کہ یہ ایک واقعہ ہے جیسا کہ اس طرف علامہ نووی اور علامہ قرطبی مائل ہوئے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح شہدائے احد کی قبروں کی زیارت اور وہاں جا کر سلام کرنا، دعا کرنا، نماز پڑھنا وغیرہ بارہا بلکہ بکرات و مرات ثابت ہے۔ اسی طرح قبر

پر جریدہ رکھنے کا واقعہ بھی ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا' بلکہ بارہا دو دو' تین تین مرتبہ ہوا' خود آپؐ کے حکم سے صحابہ کرام نے کیا' رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔ رہا یہ کہ خود رسول اللہ ﷺ کے ایصال کے لیے کیا طریقہ برتا گیا؟ اور کس طریقہ سے حضور ﷺ کو ایصال ثواب کیا گیا؟

حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ (جن کا جامع علوم ظاہری و باطنی ان کی تصنیفات شرح آداب المریدین' مکتوبات صدی' ومکتوبات دوصدی' ومکتوبات بست وہشت' وملفوظات معدن المعانی' ومخ المعانی' وخوان پر نعمت وغیرہ سے ظاہر و باہر ہے) کے ملفوظات مسمی بہ مخ المعانی مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۱ھ مجلس سی ونہم' ص ۱۱۱ میں ہے:

ذکرے در نقل وعرس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بحوالہ تفسیر زاہدی بعد بیان واقعات دفن مذکور و مسطور ہے۔

وعبد از نقل میان صحابہ اختلاف درامر خلافت افتاد کہ خلیفہ رسول خدا کہ باشد' مہاجرے می گفت از مہاجران باشد و انصاری می گفت کہ از انصاریاں باشد' و بعضے صلح می انگیختند کہ یکے مہاجرے باشد و دیگرے انصاری' دریں اختلاف نہ روز گزشت و ایں نہ روز' نہ حرم بودند' ہریکے ہر روز طعامے بنام رسول علیہ السلام چنانچہ موجود بود کروند و در حرم رسول چنداں اسباب از کجا بودے کہ طعام چنداں کرلاندے کہ بھمہ رسیدے الغرض بعد از نہم روز صحابہ ہریکے استدلال بریں یک چیز کردند کہ درانچہ حضرت رسالت زحمت غالب شداز سبب ملال زحمت نتوانستند کہ

در مسجد حاضر شوند و بوجود حضرت رسالت کرامجال
بودے که امامت کردے وچوں وقت نماز در امد بلال بخدمت
حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم بیامد عرض داشت که
امامت کردن فرمان کرامی شود خدمت رسالت صلی الله علیه
وسلم اشارت فرمود که ابوبکر صدیق رابگوئے تا امامت کند'
بلال ایں فرمان با امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه
رسانید' ایشان امامت کردن

همبریں صحابه استدلال کردند که پیغامبر خدا مر ابوبکر
صدیق رادر نماز که یکے از ارکان دین ست امام فرمود' و بریں
کار امین گردایند و خلیفه خود گردایند که امامت نماز فرمود'
پس جائیکه در کار دین اورا امام گردانید و امین داشت در کار
دنیا بر طریق اولی امام ماباشد بدیں بیاسود قرار گرفت و
اجماع منعقد شدبر خلافت ابوبکر صدیق رضی الله عنه بعده
خلافت برایشان متعین شد

پس دو روز بعد از نقل اختلاف در دفن گزشت ونه روز دریں
اختلاف گزشت جمله یازدهوز گزشت و دواز دهم روز بعد
آنکه اختلاف خلافت برخاست و ابوبکر صدیق متعین گشت.
ابو بکر صدیق رضی الله عنه بروح رسول علیه الصلاه والسلام
طعام ساختند و طعام آن مقدار ساختند که تمام اهل مدینه رابس
کرده شوردر مدینه افتاد امروز چیست گفتند' الیوم عرس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امروز عرس رسول خدا است و در دواز دھم عرس مشھور شد.

حضورﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کے درمیان خلافت کے بارے میں اختلاف پڑ گیا یعنی یہ کہ رسول خداﷺ کا خلیفہ کون ہو؟ مہاجرین کہتے تھے کہ مہاجروں میں سے ہونا چاہیے اور انصار کہتے تھے کہ انصاریوں میں سے ہونا چاہیے اور بعض صلح پیدا کرنا چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک مہاجر اور دوسرا انصاری ہونا چاہیے۔ اس اختلاف میں نو دن گزر گئے۔ ان نو دنوں میں حضور کی نو بیویاں تھیں جن میں سے ہر ایک ہر روز جو کچھ کہ موجود ہوتا اس میں سے ایک کھانا رسول علیہ السلام کے نام سے کرتی تھیں۔ حرم رسول میں اتنا اسباب کہاں تھا کہ اتنا کھانا کرتے جو سبھی تک پہنچ سکتا۔

قصہ کوتاہ یہ کہ نویں روز کے بعد صحابہ میں سے ہر ایک نے اس ایک چیز پر استدلال کیا کہ جس چیز میں حضورﷺ پر زحمت غالب ہوتی اس کے بارے میں بسبب رنج و ملال اتنی زحمت نہ کر سکے کہ مسجد میں حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کس کی مجال تھی امامت کرتا؟ اور جب نماز کا وقت آ گیا جناب بلال حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضورﷺ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔

حضرت بلال نے یہ فرمان امیر المومنین ابوبکر صدیق تک پہنچایا۔ انہوں نے امامت کی۔ اسی بنا پر صحابہ نے استدلال کیا کہ پیغمبر خدا نے دین کے ارکان میں سے ایک رکن یعنی نماز میں خاص کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا ہے

اور اس کام کا امانت دار شمار کیا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا' حتیٰ کہ جناب صدیق اکبر نے نماز کی امامت فرمائی' لہٰذا جب کہ دین کے کام میں ان کو امام مقرر کیا اور امین بنایا' تو دنیا کے کام میں بہتر طور پر ہمارے امام ہوں گے۔ اسی بنا پر یہ بات طے ہوگئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوگیا جس کے بعد خلافت ان کے حوالہ کردی گئی۔

پھر دو روز اختلاف خلافت اٹھ جانے کے بعد دفن کرنے میں گزر گئے' اور نو روز اختلاف خلافت میں گزرے۔ مجموعی طور پر گیارہ روز گزرے اور بارہویں روز بعد اس بات کے کہ خلافت کا اختلاف اٹھ چکا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے' جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی پاکیزہ روح کے لیے اتنا کھانا تیار کیا جو تمام اہل مدینہ کو کافی ہو' مدینہ میں یہ شور اٹھا کہ آج کیا ہے؟ لوگوں نے کہنا شروع کیا' آج حضور ﷺ کا عرس ہے' آج رسول خدا ﷺ کا عرس ہے اور بارہویں دن عرس مشہور ہوگیا۔

حضرت مخدوم الملک قدس سرہ العزیز کی اس عبارت اور صاحب تفسیر زاہدی کی صراحت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے لیے ایصال ثواب ازواج مطہرات نے کیا' اور نہ فقط ایک مرتبہ بلکہ نو ازواج نے نو مرتبہ کیا' پھر حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ و جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایصال ثواب و عرس کیا اور اس مقدار سے کھانا پکوایا کہ تمام اہل مدینہ کے لیے کافی ہوا اور نہ فقط اسی زمانہ میں ہو کر رہ گیا' بلکہ اس کے بعد بھی صحابہ عظام و مشائخ کرام و علماء فخام بلکہ جملہ اہل اسلام برابر طرح طرح سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایصال ثواب کرتے رہے اور اب تک کرتے ہیں۔

علامہ شامی رد المختار جلد اوّل' ص ۸۴۵ میں علامہ ابن تیمیہ کے اس خیال کا (کہ

رسول اللہ ﷺ کے لیے اہداء ثواب ناجائز ہے) رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد بالغ السبکی وغیرہ فی الرد علیہ فان مثل ذلک لایحتاج الذن خاص الاثری ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیتہ وحج ابن الموفق وھو فی طبقۃ الجنید عنہ سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرمن عشرۃ الاٰن ختمہ و ضحی عنہ مثل ذلک.

"یعنی علامہ تقی الدین سبکی وغیرہ نے ابن تیمیہ کے رد میں بہت مبالغہ کیا کہ اس قسم کی بات میں خاص اذن کی ضرورت نہیں' کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدت العمر بے وصیت برابر عمرہ کرتے رہے۔ حضرت ابن موفق نے جو حضرت جنید کے طبقہ میں ہیں' حضور ﷺ کی طرف سے ستر حج کیے ابن سراج نے حضور ﷺ کی طرف سے دس ہزار مرتبہ سے زیادہ قرآن شریف ختم کیا' اور اسی قدر حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کی۔

بلکہ آج تک دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی بزرگ کی فاتحہ کرتا ہے تو پہلے حضور اقدس ﷺ کی نیت سے الگ فاتحہ کرتا ہے۔ پھر اس میت کو حضور ﷺ کا طفیلی بنا کر بطفیل حضور اقدس ﷺ ایصال کرتا ہے' تو حضور ﷺ کے لیے ہر روز کتنے فاتحہ کرتے ہیں' ان کے اعداد و شمار کوئی نہیں بتا سکتا' اور یہی طریقہ بزرگان دین اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ مجدد کی مکتوبات' جلد سوم' مکتوب بست وہشتم' ص ۵۵ میں ہے:

باید کہ ہر گاہ صدقہ بمیت نیت بکند اول باید کہ بہ نیت آں سرور علیہ وعلی الہ الصلاۃ والسلام ہدیہ جدا ساز دو بعد ازان بمیت تصدق کند کہ حقوق آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلاۃ

والسلام فوق حقوق دیگران ست و نیز بریں تقدیر احتمال قبول صدقه ست بطفیل آنسرور علیه و آله الصلوة والتحیته ایں فقیر در بعضے صدقات موتی که در تصحیح نیت خود را عاجز می یابد علاجے به ازیں نمی یابد که آں صدقه را به نیت آں سرور علیه وعلی اله الصلاه والسلام تعین نماید و آں میت را طفیلی ایشاں ساز و امید ست که ببرکت توسط ایشاں قبول افتد.

چاہیے کہ جب میت کے لیے صدقہ کی نیت کرے تو پہلے آنحضور ﷺ کی نیت کر کے ہدیہ کرے، اس کے بعد میت کے لیے صدقہ کی نیت کرے کیونکہ سرور عالم ﷺ کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بلند تر ہیں اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اس طرح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں صدقہ قبول ہو جانے کی امید ہے۔ یہ فقیر مردوں کے بعض صدقوں میں جب اپنی نیت کے صحیح کرنے میں خود کو عاجز پاتا ہے تو اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں پایا کہ اس صدقہ کو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مخصوص کر دے اور جس مردے کے لیے نیت کرنا تھا، اس کو ان کا طفیلی بنا دے، کیونکہ ان کے توسط کی برکت سے قبول ہو جانے کی امید ہے۔

اور مسلمانوں میں حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا رواج و دستور، وہ کیا ہے؟ ایصال ثواب ہی تو ہے، نیز اذان سن کر اللهم رب هذه الدعوة التامة الخ پر پڑھنا تو عام مسلمانوں میں اس قدر کثرت سے رائج ہے کہ شاید ہی کوئی نمازی مسلمان اس سے غفلت کرتا ہو، یہ تو دن رات میں پانچ دفعہ ہر مسلمان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایصال ثواب ہے۔ جو زمانہ حضور اقدس ﷺ سے الی یومنا ہذا جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیام

قیامت تک جاری رہے گا۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد کلما ذکرہ الذکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون و صل علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین والعباد الصالحین وعلینا معھم اجمعین الی یوم الدین.

۴ امام اعظم کا فرزند ارجمند اور امام یوسف کو ایصال ثواب کی وصیت کرنا

ایصال ثواب کا طریقہ خود امام الائمہ' سراج الامہ نے اپنے صاحبزادے کو بتایا' اپنے شاگرد رشید کو بتایا' وہ ایسی بہترین ترکیب ہے کہ اسی پر اگر سب حنفی حضرات عمل کیا کریں تو کافی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو بیس باتوں کی وصیت فرمائی تھی' جن میں ہر ایک آب زر سے لکھنے کے قابل اور ہر حنفی کے عمل کے لائق ہے۔ اس وصیت نامہ کو شیخ احمد ضیاء الدین مصطفیٰ کمشخانوی نقشبندی مجددی خالدی نے اپنی کتاب جامع الاصول فی الاولیاء وانواعھم میں درج فرمایا ہے' ملاحظہ ہو ص ۱۵۳۔ یہ کتاب مطبع دار الکتب العربیہ الکبری مصر میں ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔ یہ وہ وصایا ہیں جن کے بارے میں امام صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یابنی ارشدک اللہ تعالیٰ وایدک اوصیک بوصایاان حفظتھا وحافظت علیھا رجوت لک الساعادۃ فی دینک انشاء اللہ تعالی.

"اے میرے بیٹے خدا تجھ کو راہ دکھائے اور تیری مدد کرے' میں تجھ کو ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں' اگر تو ان کو یاد رکھے' اور ان پر ہمیشہ عمل کرے' تو اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے دینی سعادت کی امید کرتا ہوں' انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسی وصیت نامہ میں ہے:

والثالث عشران تواظب علی قراءۃ القران کل یوم وتھدی ثوابھا الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و والدیک واستاذک وسائر المسلمین.

"یعنی تیرہویں بات یہ ہے کہ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت پر مواظبت کرو اور اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ اور اپنے والدین اور اپنے استاذ اور تمام مسلمانوں کو ہدیہ کرو۔"

اور جو وصیت نامہ اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھا' اسے علامہ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر کے اخیر میں درج کیا ہے۔ یہ وصیت نامہ بہت طویل ہے:

واذکر الموت واستغفر الاستاذ ومن اخذت عنھم العلم ودوام علی التلاوۃ واکثر من زیارۃ القبور والمشائخ والمواضع المبارکۃ. (الاشباہ والنظائر' ص ۶۵۴)

"یعنی ہمیشہ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے استاذ اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت قبروں کی زیارت کیا کرو اور مقدس ومتبرک مقامات کی زیارت کو جایا کرو۔"

فقہ کی کتابیں تو ایصال ثواب کے طریقوں سے بھری ہیں' جن میں سے بعض بعض عبارتیں اوپر گزریں اور تطویل کے خوف سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ دیکھی اور جب خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ فقط تصریح' بلکہ اپنے صاحبزادے کو تاکیدی حکم' شاگرد رشید کو ہدایت موجود' تو اگر بالفرض فقہ کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہ ہو جب بھی مضائقہ

نہیں کہ لاعطر بعد عروس خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مسئلہ ایصال ثواب کے متعلق چاروں سوالوں کے جواب سے فراغت ہوئی اور آیات قرآنیہ' ارشادات نصوص نبویہ کے افادات علماء کرام کی تصریحات نے اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا کہ میت کے لیے ایصال ثواب کے طریقے خود قرآن شریف سے ثابت' احادیث سے ثابت' علماء کرام کی عبارات سے ثابت' خود حضور اقدس ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت' خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت' دیگر صحابہ کرام کے معمول سے ثابت' علمائے عظام کے دستور و تعامل سے ثابت' عام مسلمانوں کے مراسم و رواج سے ثابت' تمام اہل سنت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔

ایصال ثواب کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے

ایصال ثواب کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے' علماء کرام نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر زبردست روشنی ڈالی ہے' معتزلہ کے دلائل کا ذکر کر کے ان کے مفصل جوابات دیے ہیں۔ شرح عقائد نفسی' ص ۱۰۷ میں ہے:

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقته الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات خلافا للمعتزلة تمسكا بان القضاء لا يتبدل و كل نفس مرهونة بما كسبت والمرء مجزى بعمله لا بعمل غيرها

ولنا ماروی فی الاحادیث الصحاح من الدعاء للاموات خصوصا فی صلاة الجنازة وقد توارثه السلف فلولم یکن للاموات نفع فیه لما كان له معنى وقال علیه السلام ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الاشفعوا فیه

وعن سعد بن عباده انه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحضر بیرا او قال هذه الام سعد وقال علیه السلام الدعاء یرد البلا والصدقة تطفی غضب الرب وقال علیه السلام ان العالم والمتعلم اذا مرا علی قریة فان الله یرفع العذاب عن مقبرة تلک القریة اربعین یوما والاحادیث والاثر فی هذا الباب اکثر من ان یحصی.

''یعنی مردوں کے لیے زندوں کے دعا کرنے اور مردوں کی طرف سے زندوں کے صدقہ دینے میں مردوں کا نفع ہے' اس مسئلہ میں معتزلہ اہل سنت کے خلاف ہیں' ان کے نزدیک زندوں کا عمل مردوں کے لیے بالکل بے اثر وغیر مفید ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ قضا بدلی نہیں جاتی اور ہر نفس اپنی کمائی کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر آدمی کو اس کے عمل کی جزا ملے گی' نہ دوسرے کے عمل کی اور ہماری دلیلیں وہ صحیح حدیثیں ہیں جن میں مردوں کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے' خصوصاً نماز جنازہ میں اس کو سلف سے خلف تک لوگ برابر کرتے چلے آئے ہیں' تو اگر اس میں مردے کو کوئی نفع نہ ہوتا تو نماز جنازہ پڑھنے کے کوئی معنی نہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مردہ پر مسلمانوں کی ایک جماعت جن کی تعداد سو ہو' نماز جنازہ پڑھے اور ہر ایک اس مردہ کی شفاعت کرے' تو ان کی شفاعت ضرور قبول ہوگی۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا' تو کون سا صدقہ ان کے لیے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی' بس

انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کی طرف سے صدقہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا بلا کو ٹالتی ہے اور صدقہ خدا کے غضب کو بجھاتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عالم اور طالب علم جب کسی بستی میں سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اس بستی کے قبرستان پر سے چالیس دن عذاب اٹھا لیتا ہے اور اس بارے میں آثار اور حدیثیں حد شمار سے باہر ہیں۔

اس جگہ کسی خاص صورت کے متعلق یہ شبہ عام خیالوں میں گزر سکتا ہے کہ اگر یہ کار خیر باعث اجر و ثواب ہوتا' تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام وغیرہم تم سے پہلے کیے ہوتے' اس لیے کہ وہ تم سے زیادہ دیندار تھے جس کی قدرے جھلک ان سوالوں میں بھی پائی جاتی ہے' مگر حق یہ ہے کہ اب اس قسم کے شبہات و توہمات کی گنجائش ہی نہیں' اس لیے کہ یہ شبہ نہ صرف قرن اوّل' بلکہ خلفائے راشدین' بلکہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی کے وقت پیدا ہو کر صاف و صریح جواب سے دفع ہو چکا ہے' جو نہ صرف ہائی کورٹ کی نظیر' بلکہ پریوی کونسل کی نظیر کی طرح ہے جو کسی کے اٹھائے نہیں اٹھ سکتی۔ امام بخاری صحیح بخاری' جلد دوم' باب جمع القرآن میں فرماتے ہیں:

عن زيد بن ثابت قال ارسل ابي ابوبكر مقتل اهل اليمامة واذا عمر بن الخطاب عنده فقال ابوبكر ان عمر اتانى فقانل ان اتاقد استحر بقراء القرآن و انى اخشى ان يستحر القتل بالقراء فى المواطن فيذهب كثير من القرآن وانى ارى ان تجمع تامر بجمع القرآن فقلت لعمر كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال عمر هذا والله خير فلم يزل يراجعنى حتى شره الله صدرى لذلک ورايت فى ذلک الذى

رای عمر

فقال زید قال ابوبکر انک شاب عاقل لانتهمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتمتع القرآن فاجمعہ فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر و عمر

فتتبعت القرآن اجمعہ من العصب واللخاف و صدر الرجال ووجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ لقد جاء کم رسول من انفسکم حتی خاتمۃ براہ فکانت الصحف مع ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر. (رواہ ابوداود و الطیالسی و ابن سعد والامام احمد فی سندہ و العدنی الترمذی والنسائی وابن جریر ابن ابی داؤد فی المصاحف وابن المنذر وابن حبان و الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان کنز العمال' جلد اوّل' ص ۲۷۹)

''یعنی جب جنگ یمامہ میں بہت صحابہ حاملان قرآن شہید ہوئے' امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جناب امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی' یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید

ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے' تو بہت ساحصہ قرآن شریف کا جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں' تم کیونکر کرو گے' فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا' مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے اس بارے میں بحث کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا اور میری رائے عمر کی رائے سے موافق ہو گئی۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید کو بلا کر قرآن شریف جمع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم جوان عقلمند شخص ہو' ہم تم کو متہم نہیں جانتے اور تم رسول اللہ ﷺ کے وقت میں قرآن شریف لکھا کرتے تھے' تم قرآن شریف کو تلاش کرو اور جمع کرو' حضرت زید کہتے ہیں' بخدا! وہ اگر پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اتنا گراں اور دشوار نہ ہوتا جس قدر کہ ان کا یہ حکم قرآن شریف کا جمع کرنا مجھے شاق گزرا' میں نے کہا' آپ دونوں کس طرح وہ کام کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: بخدا! وہ کام بہتر ہے' پھر ہمیشہ مجھ سے ابو بکر بحث کرتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا' جس کے لیے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

پس میں نے قرآن شریف تلاش کرنا شروع کیا اور اس کو جمع کرنے لگا' کھجور کی شاخوں اور باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اور آخر سورہ توبہ یعنی

لقد جاء کم رسول من انفسکم آخر تک کے الفاظ کو فقط ابوخزیمہ انصاری کے اس پایا' ان کے سوا اور کہیں نہ ملے' تو یہ قرآن شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی' پھر تازندگی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا' ان کے وصال کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہا۔

اس واقعہ اور اس حدیث نے مسلمانوں کے لیے ایک شاہراہ عام کھول دیا کہ کسی کام کے کرنے کے لیے اس امر کو نہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے یا نہیں' بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ وہ کام کیسا ہے' کار خیر ہے یا شر' اگر کار خیر ہے تو اگرچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین عظام نے نہیں کیا ہو' تب بھی کرنا چاہیے' اس کے کرنے میں مضائقہ نہیں' جیسا کہ جمع قرآن شریف اس کی پہلی مثال ہے' بہت سے لوگ ایسے موقع پر یہ دیکھتے ہیں کہ قرون ثلثہ میں ہوا یا نہیں' لیکن جب زید بن ثابت نے صدیق اکبر اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا۔ ہم صحابہ ہیں' ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے' بلکہ یہی جواب فرمایا گیا کہ اگرچہ حضور ﷺ نے نہیں کیا' پر وہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے' پس کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن شریف باتفاق حضرات صحابہ جمع ہوا۔ مخالفین جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کوئی بات خلاف شرع نہ ثابت کر سکے' تو جمع قرآن کی بدعت کا الزام دھرا۔ افسوس! کہ جو اعتراض مخالفین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے تھے آج وہ اعتراض سنی حضرات خود اپنے ہم مذہب و ہم مشرب سنیوں پر کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری' جلد ۹' باب جمع القرآن میں اس

حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقد تسول بعض الرافضة انه يتوجه الاعتراض على ابن بكر بما فعله من جمع القران فى المصحف فقال كيف جاز ان يفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والجواب انه لم يفعل ذلك الابطريق الاجتهاد السائغ الناشى عن النصح منه لله ولرسوله ولكتابة ولامته المسلمين والعامتهم.

یعنی رافضیوں کو شیطان نے بہکایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع قرآن کی وجہ اعتراض کرتے ہیں' کیونکر انہیں جائز ہوا کہ وہ ایسا کام کریں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ فعل اپنے اجتہاد سے کیا' جس کا منشاء اللہ و رسول' کتاب امت اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔

اور اسی میں ہے:

واذا تامل المنصف مافعله ابوبكر من ذلك جزم بانه بعد فى فضائله ونبوة بعظيم منفعته لثبوت قوله صلى الله عليه وسلم من سنة حسنة فلا اجرها واجرمن عمل بها فما جمع القران احد بعده الامكان له مثل اجره الى يوم القيمه.

اور جب انصاف پسند شخص حضرات ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کام میں تامل کرے گا' تو یقین کرے گا کہ یہ فعل ان کا ان کے فضائل و کمالات میں شمار کرنے کے قابل ہے اور ان کی عظیم الشان منقبت و تعریف کی خبر دیتا ہے' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ جو شخص جاری کرے کوئی اچھا کام تو اس شخص کے لیے اس کام کا اجر ہے اور ان لوگوں کا اجر جو اس کام کو کریں گے تو آپ کے بعد جتنے لوگ قرآن شریف جمع کریں گے' لکھیں گے' اس کا اجر و

ثواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

چونکہ اس قسم کا شبہ طریقت' شریعت' عقائد' اصول سب میں ہو سکتا ہے' اس لیے ہر فن والوں نے اس شبہ کے دفع کی طرف توجہ کی اور اپنی کتابوں میں اس شبہ کا جواب لکھا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی القول الجمیل میں طریقہ قادریہ چشتیہ وغیرہ کے اوراد و اشغال ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ولا تظنن ان النسبة لا تحصل الا بهذه الاشغال بل هذه طرق لتحصيلها من غير حصر فيها وغالب الراى عندى ان الصحابة والتابعين كانوا يحصلون السكينة بطرق اخرى (الى قوله) وهذا المعنى هو المتوارث عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من طريق مشائخنا لاشك فى ذلك وان اختلف الالوان واختلفت طرق تحصيلها.

مولوی خرم علی صاحب بلہوری اس کے ترجمہ ''شفاء العلیل'' میں اس پوری عبارت کا ترجمہ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا فائدہ بیان کر کے لکھتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیۂ ہوئے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیاء طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ہیں' وہ امر زمان رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے۔ گو طریق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں' تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے۔ مجتہدین شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیائے طریقت باطن شریعت کی تحصیل کے' جس کو طریقت کہتے ہیں' قواعد مقرر فرمائے' تو یہاں بدعت سیۂ کا گمان سراسر غلط ہے۔ ہاں! یہ البتہ ہے کہ

حضرات صحابہ کو بہ سبب صفائے طبیعت اور حضور خورشید رسالت کے تحصیل نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی، بخلاف متاخرین کے ان کو بسبب بعد زمان رسالت کے البتہ اشغال مذکورہ کی حاجت ہوئی جیسے صحابہ کرام کو قرآن وحدیث کے فہم میں قواعد صرف ونحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم اور بالفعل عرب اس کے محتاج ہیں۔ واللہ اعلم (القول الجمیل مع ترجمہ شفاء العلیل، ص ۹۰)

مترجم صاحب حضور خورشید رسالت پر حاشیہ لکھتے ہیں: "اس کی مثال ایسی ہے کہ جب تک آفتاب نکلا ہوا ہے ہر چیز پڑھ سکتا ہے آدمی اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو حاجت روشنی کی پڑی، پڑھنے کے لیے پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں آفتاب رسالت طلوع کیے ہوئے تھا، کچھ حاجت اشغال کی حضور مع اللہ کے لیے نہ تھی، فقط ایک نظر ڈالنے سے جمال با کمال پر وہ کچھ حاصل ہوتا تھا کہ اب چلوں میں وہ حاصل نہیں ہوتا اور اب چونکہ وہ آفتاب عالمتاب غروب ہوا، حاجت پڑی ان اشغال کی اس ملکہ حضور کے حاصل کرنے کے لیے۔"

اسی میں ص ۱۴۱ پر مولانا حاشیہ میں فرماتے ہیں: "اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں۔ مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"

جناب شاہ ولی اللہ صاحب و جناب شاہ عبدالعزیز صاحب و مترجم صاحب کی ان تمام عبارتوں کو پیش نظر رکھنے والا با آسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جب تک آفتاب رسالت طلوع کیے ہوئے تھا، ایصال ثواب کے لیے کسی خاص طریقے کی حاجت نہ تھی، حضور اقدس ﷺ کا فقط نماز پڑھا دینا ہی گنہگار سے گنہگار کی نجات کے لیے کافی تھا۔

کما یدل علیہ حدیث ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ وانا انورھا

بصلاتی علیها.

"یہ قبریں تاریکی سے بھری ہیں اور میں نماز پڑھ کر ان کو منور کرتا ہوں۔"

لیکن جب آفتاب رسالت غروب کر گیا تو طرح طرح کی ترکیب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس لیے علماء و مشائخ نے قرآن و حدیث سے اخذ کر کے ایصال ثواب کے طریقے نکالے جس سے دفع سیئات و رفع درجات ہو' اس پر اعتراض اپنی کمال دانشمندی کا ثبوت دینا اور اکابر اولیاء کرام خصوصاً جناب شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ کو مورد اعتراض و ہدف ملامت بنانا ہے۔ اس قسم کے شبہ کا رد نہ صرف صوفیاء کرام ہی نے کیا' بلکہ جن علماء کرام نے عقائد میں کتابیں لکھیں' انہوں نے بھی اس شبہ واہیہ کا رد کیا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

وقد كانت الاوائل من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم اجمعين لصفاء عقائدهم ببركة صحبة النبی صلی الله علیه وسلم وقرب العهد بزمانه وقلة الوقائع والاختلافات وتمكنهم من المراجعة الى الثقات مستغنين عن تدوين العلمين وترتيبهما ابوا باوفصولا وتقرير مقاصد هما فروعا واصولا الى ان حدثت الفتن بين المسلمين. الخ (شرح عقائد' ص ۳)

"یعنی سلف صالحین صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کی صحبت اور قرب زمانہ رسالت کی برکت سے اور واقعات و اختلافات کے کم ہونے اور ثقہ لوگوں کی طرف مراجعت کا موقع پانے کی وجہ سے' ان دونوں علموں کے جمع کرنے اور ان کو باب و فصل میں ترتیب دینے اور مقاصد کو فروغ و اصول پر مقرر کرنے سے مستغنی تھے۔ یہاں تک مسلمانوں میں فتنے پیدا ہوئے اور آئمہ دین سے بغاوت اور راویوں کا اختلاف اور بدعت و خواہش نفسانی کی طرف میلان ظاہر ہوا اور فتاویٰ و واقعات زیادہ ہوئے اور مہم اور مشکل باتوں

میں علماء کی طرف رجوع کرنے لگے۔ تب علماء نظر و استدلال اور اجتہاد و استنباط کی طرف متوجہ ہوئے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی کی غرض اس عبارت سے اسی شبہ واہیہ کا استیصال ہے جیسا کہ اس کے محشیوں نے تصریح کی۔ علامہ حسن شہید حاشیہ شرح عقائد ص ٦ میں لکھتے ہیں:

قوله قد كانت الخ دفع لما يوهم كون ذلك العلم مردودا وحراما لئلا يحجم الشارع عن شروعه و كان ماسبق تمهيدا له حاصلة ان الابحاث الكلامية بدعه لعدم اشتغال الاوائل بها والالنقل الينا لتوفر دواعيه كما نقل اشتغالهم بالمسائل الفقهية وكل بدعة رد بخبره عليه الصلاة والسلام و حاصل الدفع ان اريد عدم اشتغالهم بها مطلقا فهو باطل ان الايات على اثبات الصانع وصفاته واثبات النبوة والرد على المنكرين اكثرمن ان يحصى فكيف يمكن ان يقال انهم لم يخوضوفى هذه الاولة وان اريد عدم اشتغالهم بها على تدوينها وعلى تقرير مقاصدها فروعا واصولا كما اشتغلنا نحن فمسلم لكن هى فى هذا الامر كالفقه وليس لكونها مردودة بل لماذكره من صفاء الخ. فاشتغالنا هذا بها بدعة حسنة كاشتغالنا بالفقه.

یعنی شارح کا یہ قول وقد کانت الخ ۔ جواب اس وہم کا ہے جو متوہم ہوتا ہے کہ یہ علم مردود و حرام ہے۔ یہ دافع اس لیے ہے کہ شروع کرنے والا شروع کرنے سے باز نہ رہے اور گزشتہ مضمون اسی کی تمہید ہے۔ خلاصہ اعتراض و وہم کا یہ ہے کہ ابحاث کلامیہ بدعت ہیں' اس لیے کہ سلف صالحین اس کی طرف مشغول نہ ہوئے' ورنہ ضرور ہم تک منقول ہوتا کیونکہ اس نقل و روایت کے دواعی

کثیر ہیں، جس طرح ان کا فقہ کے ساتھ مشغول ہونا منقول ہوا اور جب وہ مشغول نہ ہوئے تو بدعت ہوا اور ہر بدعت بحکم حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والتحیہ مردود ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عدم مشغولی سے مراد مطلقاً عدم مشغولی ہے، تو یہ بالکل باطل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات اور نبوت کے اثبات اور منکرین کے رد کی آیتیں حد شمار سے باہر ہیں، تو کیونکر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ سلف صالحین نے ان آیات میں غور و خوض نہ کیا اور اگر یہ مراد ہے کہ علم وفن مدون نہ کیا، اصول و فروغ کو معین نہ کیا جس طرح ہم لوگ اس کے ساتھ مشغول ہیں، تو بیشک یہ مسلم ہے، مگر یہ عدم مشغولی اس وجہ سے نہیں کہ یہ علم مردود ہے بلکہ اس کی وجہ وہی ہے جو شارع علیہ الرحمتہ نے ذکر کیا کہ صفاء عقائد کی وجہ سے ان کو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، تو ہم لوگوں کا اس علم کے ساتھ مشغول ہونا بدعت حسنہ ہے۔ جس طرح فقہ کے ساتھ مشغول ہونا۔

علامہ خیالی اسی مضمون کو نہایت ہی نفیس قل ودل طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

وقد كانت الاوائل تمهيد لبيان الشرف وغايته مع الاشارة الى دفع مايقال من ان تدوين هذا العلم لم يكن فى عهدالنبى عليه السلام ولافى عهدالصحابه والتابعين ولو كان له شرف وعاقبة حميدة لما اهلوه.

یعنی مصنف کا قول **وقد كانت الاوائل الخ** ۔اس علم کے شرف اور فضیلت کی تمہید اور اس کے غایت کا بیان اور اس اعتراض کے دفع کی طرف اشارہ ہے کہ علم کلام کی تدوین، نہ زمانہ رسالت میں ہوئی، نہ عہد صحابہ و تابعین میں، تو اگر اس علم میں کوئی خوبی ہوتی اور اس کا انجام محمود ہوتا تو سلف صالحین ہرگز اس کو چھوڑ نہ دیتے۔ (خیالی، ص ۹)

اسی طرح مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی ''شرح مسلم الثبوت'' میں منطق کے متعلق اس

شبہ کو دفع فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو ص ۳۱:

ولیعلم ان النظر قد یقع فیه الخطاء من جهة الصورة وقد یقع من جهة المادة فلابدمن عاصم عن الخطاء بحسب الفطرة السلیمة ولایحتاج فی العصمة الی المنطق اصلا کما هو للصحابة ومن تبعهم اذببرکة صحبة النبی صلی الله علیه وسلم وقرب نزول الوحی کانت عقولهم کاملة غیر مشوبه بالوهم واذهانهم کانت قویة وقرائحهم جیدة واما امثالنا فلبعد زماننا عن زمان النبی صلی الله علیه وسلم وظهور الفسق والفساد وکثرة المشاجرات والاختلافات محتاجون فی العصمة عن الخطاء من جهة الصورة الی المنطق ومن جهة المادة الی مباحث الامور العامة والجواهر والاعراض فوجب لنا هذه العلوم بعد وجوب النظر ایضا.

یعنی جاننا چاہیے کہ نظر میں کبھی غلطی صورت کی جہت سے واقع ہوتی ہے اور کبھی مادہ کی جہت سے، تو ایسے علم کی ضرورت ہوئی جو خطا سے بچائے اور عقل کامل باعتبار فطرت سلیمہ، خطا سے بچانے والی ہے اور ایسے شخص کو منطق کی اصلاً ضرورت نہیں جیسے صحابہ وتابعین تھے، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت اور نزول وحی سے قرب زمانہ کی برکت سے ان کی عقلیں کامل تھیں، آمیزش وہم سے مبرا تھیں اور ان کے اذہان قوی تھے اور طبیعتیں جید تھیں، لیکن ہم جیسے لوگ تو زمانہ نبی ﷺ سے دوری، فسق وفسادات کے ظہور، مشاجرات واختلافات کی کثرت کی وجہ سے خطا سے بچنے کے لیے صورت کے اعتبار سے، منطق اور مادہ کے اعتبار سے، مباحث امور عامہ، جواہر واعراض کے محتاج ہیں، تو ہمارے لیے وجوب نظر کے بعد بھی ان علوم کی ضرورت ہے اور ان علوم کا جاننا واجب ہے۔

بالجملہ! ہر علم وفن والے علماء زمانہ رسالت اور صحابہ وتابعین کے لیے بوجہ آفتاب رسالت یا قرب عہد بابرکت' شرف ومزیت مانتے اور جانتے ہیں کہ جو باتیں ان کو بے کسب ومحنت حاصل ہوتی تھیں' ان کے لیے ہم لوگوں کو مجاہدہ وریاضت' سعی ومشقت کرنی ہوگی۔ یہ خیال خام ہے کہ جب انہوں نے نہ کیا' تو ہم کو کرنا ناروا ہوگا بلکہ بوجہ بعد زمانہ خیر و برکت عہد رسالت' ریاضت ومحنت اور اوضاع واطوار میں تاحد اجازت شرع جدت کرنی ہوگی اور یہ سب جائز وکارخیر' مطابق شرع شریف ہی سمجھا جائے گا۔ جس طرح مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ''صراط مستقیم'' ص ۷ میں لکھتے ہیں:

''اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضت ملائمہ ہر قرن جدا جدا باشند و لهذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق دور تجدید اشغال کوششها کردہ اند بنا علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضاء کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود.''

دیکھئے جو لوگ بدعت پر سخت داروگیر کرتے ہیں وہ بھی نئے نئے طریقے اوراد و اشغال کے نکالنے اور ان اشغال جدیدہ کو درج کتاب کر کے دوسروں کو ان نئے نئے طریقوں پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان نئی نئی باتوں پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ طریقے شرعاً جائز ہوتے' تو تم سے پہلے صحابہ ضرور کرتے' رسول اللہ ﷺ ان سب باتوں کا ضرور حکم دیتے' یہ سب اوہام وخیالات ہیں' شیطان کی ایک زبردست چال یہ ہے کہ نہی عن المنکر کے پردہ میں عمل بالمعروف سے روکتا ہے۔ ''ولا یغرنکم باللہ الغرور'' خداوندا! اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ شرع کے موافق جائز کاموں کی توفیق دے اور ممنوعات ومنہیات شرعیہ سے بچا۔ آمین! ثم آمین!

قصد تھا کہ ان چاروں سوالوں کے مختصر جوابات لکھ کر روانہ کر دیئے جائیں مگر جواب نے ایک رسالہ کی شکل اختیار کی تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کا تاریخی نام ''نصرۃ الاصحاب باقسام

ایصال الثواب" ۱۳۵۴ھ رکھا جائے۔ خداوندا اس رسالہ کو میرے دیگر رسائل وتصنیفات کی طرح قبول فرما اور مجھ کو اور میرے سب دینی بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچا۔

وما ذلک علی الله بعزیز وهو حسبی ونعم الوکیل وصلی الله تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد واله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین قاله بضمه ورقمه بقلمه الفقیر ظفرالدین القادری الرضوی غفرله وحقق امله لثمان خلون من جمادی الاخری. ۱۳۵۴ھ۔

تمت بالخیر

کَشفُ الرَّین فِی مَسئَلَۃِ رَفعِ الیدَین

تحقیق
مسئلہ رفع یدین

مُصنّف

حضرت الشیخ العلّامہ المحدث محمدؒ ہاشم بن عبد الغفور سندھی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علّامہ محمد عباس رضوی

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹر جی روڈ- اُردو بازار- لاہور فون: 7324210

يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي (الحدیث)

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ

شرک نہیں

امام علامہ محمد زاہد الکوثری المصری رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ السید محمد بن علوی مالکی دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اردو بازار- لاہور فون: 7324210

عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے بہترین کتب

- محبّت الٰہی
- محبّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم
- وسعتِ علمِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم
- شانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- مکتوباتِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی کا علماء نجد کے نام اہم پیغام۔
- احادیثِ قدسیہ
- ذاتِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وسیلہ شرک نہیں
- مزارات پر حاضری کے آداب
- اسلام اور خدمتِ خلق
- رفعتِ ذکرِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم
- عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ۔ مسلکِ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ
- نعلِ پاک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم
- ختمِ نبوت
- کیا حدیثِ نبوی سے فضیلتِ یزید ثابت ہے؟
- اسلام اور رزقِ حلال
- نماز کی اہمیّت و فضیلت
- الحقّ المبین
- النّبی کا صحیح معنیٰ و مفہوم
- ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
- فاضل بریلوی اور امور بدعت
- مقاماتِ مقدّسہ کی تصویر کشی